٨٧٤ هوالکل یامعین

سفرنامۂ ہندوستان

ع ۱/ ۷۵

یعنے

روزنامچہ حضرت خواجہ حسن نظامی

بابت سفر ۱۹۰۶ء

جسمیں

بمبئی کے تمام دلچسپ نظارے، مندر سومنات کے چشم دید حالات، غازی محمود غزنوی کے جنگی میدان کے سین، ریاست منگرول کاٹھیاواڑ کے مشہور تبرکات، ریاست جوناگڈھ کے تاریخی مقامات، احمد آباد گجرات کی تاریخی عمارات، اور بزرگان دین کے مزارات، ریاست بڑودہ کے عجیب و غریب قرآن شریف وغیرہ یادگاروں کا مفصل تذکرہ ہے

پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقۃ المشائخ دہلی نے

بماہ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ ہجری مطابق مارچ ۱۹۱۹ء عیسوی

دوسری بار

لالہ ٹھاکرداس اینڈ سنز کے

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

۱۹۱۹

قیمت ۱۲/

دوسری بار پانچسو

روزنامچہ کا قلم

جس سے یہ یادداشت لکھی گئی مجاز ہی اور حقیقت
وہ وجود ہے جس کو غلام نظام الدین قریشی پیری شاہ
احمد آبادی کے نام سے اس کتاب میں یاد کیا گیا ہی +
اس دوسری اشاعت کو اسی حقیقی قلم کے نام
منسوب کرکے اس سیاحت نامہ کو بحقدار رسید کی مہر سے
مکمّل کرتا ہوں +

حجرہ رین بسیرا دہلی — حسن نظامی

مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

روزنامچۂ سفر
بمبئی۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات۔ بابت ۱۳۲۵ھ
و ۱۹۰۷ء

آج سے پانچ برس پہلے کا ذکر ہے۔ راقم نے چار مہینے بمبئی کاٹھیاواڑ گجرات کے علاقہ میں بسر کیئے تھے۔ اور حسبِ عادت روزنامچہ کے طور پر مختصر سی یادداشت لکھ لیا کرتا تھا۔ اب بعض دوستوں کا تقاضہ ہوا کہ اس روزنامچہ کو شائع کر دینا چاہیئے۔ مگر بظاہر یہ یادداشت خانگی طریقہ کی تھی۔ جسکو عام دلچسپی کے ارادہ سے نہیں لکھا گیا تھا۔ اِس واسطے خیال کیا گیا کہ ایسی معمولی باتوں کا چھاپنا جن میں سوائے اِس کے کچھ نہ ہو کہ آج یہاں سے اُٹھ کر وہاں گئے یہ کھایا وہ پیا۔ اُس سے ملے۔ طبیعت خراب ہے۔ پڑھنے والوں کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ لیکن احباب میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کو میرے قلم سے نکلا ہوا ہر رطب و یابس پسند آتا ہے۔ اِن کے اصرار سے مجبور ہو کر یہ چار ماہا روزنامچہ شائع کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اِس میں مذکورہ ذاتی اور خانگی باتوں کا تذکرہ زیادہ ہے۔ لیکن بعض باتیں عام معلومات کی بھی ہیں جن سے نفع

خلایق کی امید ہوسکتی ہے۔ خاص کر وہ حصہ جس میں مزارات بزرگان دین کے حالات ہیں۔ یا قدرتی مناظر کا ذکر ہے +

خانگی اور ذاتی یادداشت بھی لکھنے والے کی زندگی اور اُس کی مشغولیوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ آج میں خود محسوس کرتا ہوں کہ پانچ برس پہلے جن حالات میں اوقات بسر ہوتے تھے۔ اب اُن کا خواب وخیال بھی نہیں۔ یہ تغیرات ہر انسان کو پیش آتے ہیں۔ اور اگر وہ غور کرے تو اسکو بڑی عبرت و نصیحت ہو۔

میری عمر کا بڑا حصہ سیر و سیاحت میں گزرا ہے۔ اِس چار ماہا سفر پر منحصر نہیں۔ اِس قسم کے متعدد روز نامچے ہیں جو ہندوستان کی سیر کے دوران میں مرتب کئے گئے ہیں۔ اگر ناظرین نے اِس روز نامچہ کو پسند کیا تو رفتہ رفتہ اِن سب یادداشتوں کو چھپوا دیا جائے گا +

۴۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۰ ہجری

مطابق

۱۲۔ مئی سنہ ۱۹۱۲ عیسوی مقام دہلی فسیفس بازار

حسن نظامی

۱۵۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۷۔ جولائی ۱۹۰۷ء یوم شنبہ رات کے آٹھ بجے دہلی بمبئی اکسپریس میں سوار ہو کر ۸ جولائی دوشنبہ کو صبح ۷ بجے بمبئی پہنچے۔ ریل میں دو شب اور ایک دن بسر کرنا پڑا۔ ایک رات دن بہت آرام رہا مگر دوسری رات مسافروں کی کشمکش کے سبب تکلیف سے گزری۔ ہرو اسٹیشن پر جو ۴ بجے دن کے ملا اسرار کا جلوہ نظر آیا اور اسکے بعد تمام راستہ پہاڑوں کے نشیب و فراز اور سبزہ زاروں میں محویت رہی۔

بمبئی میں دفتر اخبار پنچ بہادر و سلطان الاخبار میں قیام ہوا۔ فرخ صاحب دہلوی جو اس کارخانہ کے مالک ہیں۔ موجود نہیں ہیں مگر ان کے کارخانہ کے تمام اہل کار نہایت خلیق ہیں اور مجھسے نہایت مہربانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ موسم نہایت خوشگوار ہے۔ بارش کے سبب تمام جنگل سرسبز ہیں۔ اگرچہ دوپہر کو برسات کی سی گھمس معلوم ہوتی ہے مگر بعض وقت ٹھنڈی ہوا تسکین کر دیتی ہے میں آج بہت بشاش ہوں۔ دہلی کے دوستوں کو خط لکھدیے ہیں۔

دوشنبہ ۸ جولائی ۱۹۰۷ء

آج دن بھر سفر کی تکان کے سبب مکان پر رہے۔ شام کو بازار کی سیر کی۔ موسم آج بھی خوشگوار رہا۔ رات کو بہت آرام سے سوئے +

حسن نظامی

سہ شنبہ ۹۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج فرخ صاحب کانپور سے واپس تشریف لائے۔ شام کو آغا محمد شاہ صاحب سے حشمت انجمن ضیاء الاسلام کے دفتر میں ملاقات ہوئی دیر تک گفتگو رہی شب کو بمبئی کے بازار کی

سیر کی۔ اور آرام سے سوئے۔

چہارشنبہ ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج صبح لاجپت رائے اور بہادر شاہ کے عنوان سے سلطان الاخبار کے لیئے مضمون لکھا۔ دوپہر کو آرام سے سوئے شام کو آغا حشر کے ہمراہ چوپاٹی کی سیر کو گئے جلوہ راز جگہ جگہ نظر آیا آج موسم اچھا نہ تھا گمس کے سبب رات کو چین سے نیند نہ آئی۔

پنجشنبہ ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج نواب محسن الملک صاحب سے واٹسن انیکس ہوٹیل میں ملاقات کی یہ ہوٹیل سمندر کے کنارے نہایت دلچسپ مقام ہے۔ نواب صاحب اپنے ہمراہ نواب زادہ نصر اللہ خان کے پاس لے گئے جو چوپارٹی پر رہتے ہیں۔ ملاقات ہوئی دیر تک دہلی اور شہزادگان دہلی کی نسبت باتیں کرتے رہے۔ اسکے بعد نواب محسن الملک صاحب ہنڈولا پہاڑ کی سیر کیلیے گئے۔ جو چوپارٹی کے سامنے سمندر کے کنارے واقع ہے۔ تمام پہاڑ سرسبز اور عجب دلچسپ مقام ہے۔ رات کو مولوی عبد اللہ احمد صاحب ملاقات کو تشریف لائے۔ یہ فارن آفس میں مترجم ہیں۔ آج رات کو موسم خنک تھا خوب نیند آئی۔

جمعہ ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج صبح سیٹھ سلیمان ابراہم لدھے سے ملاقات کی۔ واپس آکر اخبار پڑھتے رہے اور کچھ انگریزی سبق یاد کیا۔ شام کو سیٹھ مذکور نے گاڑی بھیجی ہم فرخ صاحب مولوی عبد اللہ صاحب چوپاٹی کی سیر کو گئے۔ ترشح کی بہار تھی۔ مغرب کے وقت سیٹھ صاحب کے مکان پر گئے نو بجے دعوت کھاکر فارغ ہوئے۔ انجمن ضیاء الاسلام کے جلسہ میں آئے ہم کو صدر بنایا گیا۔ بارہ بجے فارغ ہوکر آئے اور سو گئے۔

شنبہ ۱۳۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج چوپاٹی پر گئے۔ سبق یاد کرتے رہے۔ سمندر سامنے تھا۔ عجب دلفریبی تھی

گیارہ بجے واپس آئے۔ کھانا کھا کر آرام کیا۔ گرمی سخت تھی۔ پسینہ نے پریشان کر دیا۔ چار بجے حوائج سے فارغ ہو کر ٹرام میں اپالو بندر پر گئے۔ نواب محسن الملک صاحب سے ملاقات ہوئی باتیں کرتے رہے اتنے میں بارش شروع ہو گئی۔ نواب صاحب ہمراہ لیکر ہوٹیل کے مالک سے ملانے لے گئے (یہ نوجوان آدمی ہیں سید سردار علی نام ہے بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ قادریہ خاندان میں مولانا عبدالقادر بدایونی سے بیعت ہے) کچھ بات چیت کر کے ہم واپس چلے آئے اور انجمن ضیاء الاسلام کے دفتر میں گئے۔ بارش ہونے لگی بیٹھ گئے۔ بارش نے طول کھینچا دس بج گئے۔ اتنے میں آغا محمد شاہ صاحب حشر تشریف لائے اور تماشہ دیکھنے کا اصرار کیا ہماری طبیعت حاضر نہ تھی۔ مگر آغا صاحب کے کہنے سے چلے گئے آغا صاحب کا ڈراما صید ہوس تھا حقیقت میں۔ ڈراما ہندوستان اور اردو زبان میں لاثانی ڈراما ہے انسانی ہستی کے جذبات و مدارج پر بڑی مؤثر اور واقعی بحث کی گئی ہے۔

تماشا گاہ میں اگرچہ ہر قسم کا لطف تھا مگر کشفی حالت طاری نہ ہوئی۔ اسرار ناپید تھے۔ ۲ بجے مکان پر آئے۔ اسوقت تک بارش کا اثر باقی تھا۔ گرمی اور گھس موجود تھی پچھلی سے نیند آئی۔

یکشنبہ ۱۴ - جولائی ۱۹۰۷ء

صبح دیر تک سوئے مگر جی ہلکا نہ ہوا۔ چوپاٹی چلے گئے۔ وہاں بھی قرار نہ آیا واپس آئے کھانا کھا کر سوئے۔ نیند اب بھی صاف نہ آئی۔ بمبئی کے نظارے وکیل کو لکھ کر بھیجے۔ آج طبیعت زیادہ ملول ہے دل گھبراتا ہے وحشت ہو رہی ہے۔ خواجہ امیر علی صاحب جو نہایت لائق نوجوان ہیں اور روزانہ سلطان الاخبار و پنچ بہادر کے نائب ایڈیٹر ہیں۔ اپالو بندر اور بینڈ اسٹن لے گئے ساتوار کے سبب ہجوم زیادہ تھا مگر ؎ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔ خواجہ صاحب کی طبیعت بھی میری اداسی کے سبب کچھ خوش نہ ہوئی۔ یہاں عجب بہار تھی۔ حجابات کثیف حاجب نہ ہوتے تو اکثر اسرار نظر آتے۔ سب کچھ دیکھا مگر حالت کشف و طرب میسر نہ آئی +

خواجہ صاحب کے ہمراہ واپس آئے۔ جی کا وہی حال تھا کھانا بھی نہ کھایا۔ نو بج گئے۔ موزی

عبدالرؤف صاحب سکرٹری و بانی انجمن ضیاء الاسلام تشریف لائے اور سیٹھ عبدالواحد پٹیل مالک اخبار خبردار کے مکان پر لے گئے۔ سیٹھ صاحب نے مکان تبدیل کیا ہے اسکی خوشی میں وعظ کا جلسہ کیا تھا۔ ہم نے رحمت الٰہی اور رحمت رسول پر چند ساعت کچھ بیان کیا۔ اس کے بعد مولوی عبدالرؤف صاحب نے بمبئی میں اسلامی اخبارات کی ضرورت پر تقریر کی۔ آغا حشر نے تائید کے طور پر اس تقریر کی طولانی بیان میں وضاحت کی۔ یہ سلسلہ مسلمانوں کی حالت خاصکر بمبئی کے مسلمانوں کی حالت اور اسلامی اخبارات کی ضرورت اور ضمناً ہندو پارسی اخبارات پر ریمارک اور اخبار خبردار کی مدد پر توجہ دلانے کا تھا۔ ناظم صاحب جو ایک نوجوان آدمی ہیں۔ اس تقریر سے ناراض ہو گئے۔ اور وہیں مجلس میں آغا حشر کی مخالفت کی۔ اور ہندو پارسی اخبارات کی حمایت کی۔ ناظم صاحب نے یہ تقریر اگرچہ غلط فہمی کے سبب کی۔ مگر ہم خوش ہوئے کہ بمبئی میں ایسی صاف عمدہ اردو بولنے والے بھی ہیں۔ بارہ بجے واپس آئے اور آرام سے سو گئے۔ آج ہوا سرد ہے اور بارش کے آثار ہیں۔

دوشنبہ ۱۵۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج صبح سے برابر بارش رہی۔ موسم میں خنکی بڑھ گئی ہے۔ ہم سیر کو نہ جا سکے۔ دن بھر مکان میں رہے شام کو فرخ صاحب اور مولوی عبداللہ احمد صاحب کے ہمراہ ماہم تشریف گئے۔ گرانٹ روڈ سٹیشن سے سوار ہوئے۔ گرانٹ روڈ سے ماہم تک ۵ سٹیشن درمیان میں آئے بہت قریب قریب سٹیشن ہیں۔ بشیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری جو حافظ عبدالحلیم صاحب تاجر کانپوری کے ایجنٹ ہیں ملے۔ انہی کے مکان پر ٹھہرنا مقصود تھا۔ کھانا کھایا۔ باجا سنا اور سو گئے۔ مکان فراخ اور عمدہ ہے۔ سامنے سمندر نظر آتا ہے مگر مچھر خدا کی پناہ۔ رات بھر جنگ رہی۔ ہم کو شکست ہوئی اور نیند جاتی رہی

سہ شنبہ ۱۶۔ جولائی ۱۹۰۷ء

صبح کو فارغ ہو کر تنہا پہلے سمندر کو گئے اس موقع پر ایک دریا سمندر میں ملتا ہے جس کا نظارا بڑا پر لطف ہے پل کے سامنے باندرہ نظر آتا ہے یہاں بھی معقول آبادی ہے اور بمبئی کے امیر یا کاروباری لوگ اکثر یہاں رہتے ہیں۔ سمندر کی سیر سے فارغ ہو کر ماہم کی درگاہ میں گئے

یہ نہایت خوبصورت اور متبرک مقام ہے۔ یہاں حضرت مخدوم فقیہہ علی کا مزار ہے جن کا وصال ۸۳۵ھ میں ہوا ہے +

مفصل حالات معلوم نہ ہوسکے۔ مزار پر ایک قبہ بنا ہوا ہے۔ برج میں ایک اور چھپرکھٹ ہے۔ جسکے نیچے حضرت فقیہہ علی اور انکی والدہ کے مزارات ہیں۔ مزاروں پر نہایت متکلف ریشمی غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اور چھپرکھٹ کے چاروں طرف پتھر ہیں ولادت اور وصال کی تاریخیں کندہ ہیں جن پر سونے کا ملمع ہے۔ عقیدت مندوں کے کتبے بھی چاروں طرف آویزاں ہیں مزار کے پہلو میں مسجد ہے۔ جو بمبئی کی مسجدوں کی طرح نہایت آراستہ اور آباد ہے۔ اس درگاہ میں ۱۳۔ ذیقعد کو ایک بہت بڑا عرس ہوتا ہے اویوں خالی ایام میں بھی لوگ آتے رہتے ہیں

سرسری تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہاں خرچ کے لیے کوئی جاگیر نہیں ہے۔ نذورات درگاہ پر گزارہ ہے۔ نذریں بکثرت آتی ہیں +

زیارت کرکے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور گیارہ بجے واپس بمبئی چلے آئے۔ آج بھی بارش ہوتی رہی سہ پہر کو ڈاک آئی۔ گھر کی خیریت معلوم ہوئی۔ دوستوں کے نامے آئے فوراً جواب دے گئے +

چہارشنبہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش رات بھر رہی۔ سردی کا یہ عالم کہ رضائی کے بغیر نیند نہ آئی۔ اب بھی بارش ہورہی ہے جنرل ڈگسن کا خیریت نامہ آیا۔ دن بھر بارش کے سبب کہیں نہ گئے۔ شام کو مولوی عبدالاحد صاحب تشریف لائے اور قاضی کبیرالدین صاحب بیرسٹر کے پاس گاڑی میں لے گئے۔ قاضی صاحب سے بہت دیر بات چیت رہی۔ دوبارہ ملنے کا وعدہ مانگتے تھے۔ دیدیا۔ واپس آئے۔ بارش جاری ہے۔ سو گئے۔ سو گئے۔ سردی کیا مزیدار۔ اور نیند کیسی صاف الحمدللہ +

پنجشنبہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء

صبح ہوئی۔ بارش جاری ہے۔ کہیں جانا نہ ہوسکا۔ متواتر مینہ برستا ہے۔

مگر اہل بمبئی پر حیرت ہے کہ سب چلتے پھرتے اور اسی بارش میں کاروبار کرتے ہیں۔ دن بھر یونہی پڑے پڑے گذر گیا۔ شام کو پانچ بجے مولوی عبد اللہ احمد صاحب تشریف لائے۔ مہاتم جانے کی تیاری ہوئی اور باوجود سخت بارش کے ہم۔ فرخ صاحب امیر علی صاحب۔ عبد اللہ احمد صاحب گرانٹ روڈ سٹیشن پہنچے۔ تمام راستہ بارش کی بہار رہی۔ ریل کا وقت بھی قریب تھا جلدی سوار ہوگئے اور مغرب کے وقت پچیس منٹ میں بمبئی سے مہاتم داخل۔ نشیر محمد صاحب کانپوری ملے۔ ان کو پہلا انتظار تھا۔ فوراً دسترخوان لایا گیا اور پرتکلف کھانے کھائے گئے۔ کھانے کے بعد کچھ دیر تاش اور ہارمونیم باجے کی کیفیت رہی۔ گیارہ بجے واپس بمبئی آگئے بارش اب بھی موجود تھی۔ گو راستہ میں وقت ہوئی۔ مگر مکان پر آکر چین سے نیند آگئی۔

جمعہ ۱۹ - جولائی ۱۹۰۷ء

آج کی صبح بھی بارش کی فجر ہے۔ وہ موسلا دھار مینہ کہ الٰہی پناہ۔ آج ہماری صحت بہت اچھی ہے صبح ہی بھوک معلوم ہوئی۔ اور ناشتہ کیا گیا۔ ناشتہ بھی دوپہر تک ہضم۔ اور دوپہر کا کھانا عمدگی سے کھایا۔ ایک مضمون اخبار زمیندار کو ایکٹر کی موت کی عنوان سے لکھا امرت لال پارسی ناٹک کمپنی کا مشہور ایکٹر مر گیا تھا اس پر لکھا۔ شام تک بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ آج دن بھر ہم کہیں نہ جاسکے۔ عربی اردو اخبارات اور کتاب پڑھتے رہے۔ رات کو بارش میں کمی ہوگئی تاہم خنکی بڑی آرام دہ تھی خوب پیر پھیلا کر راحت کی نیند سوئے +

شنبہ ۲۰ - جولائی ۱۹۰۷ء

یا اللہ یہ بارش کیونکر جینے دیگی۔ آج بھی وہی عالم ہے بھائی صاحب کا خیریت نامہ آیا۔ دیگر دوستوں کے خط بھی تھے۔ جواب دئے گئے۔ مطالعہ اخبارات و کتب میں وقت صرف ہوا بارش کے سبب کہیں نہ جاسکے۔ دوپہر کو نواب نصر اللہ خاں صاحب کے پاس چوپاٹی پر گئے۔ نواب صاحب سے ملاقات ہوئی اپنے مکان پر جگہ دینے کی خواہش کی۔ آج کل ان کے داماد نواب صاحب سچین تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دو چار روز کے بعد ریاست کو واپس جائیں گے۔

اسکے بعد مولوی نواب محسن الملک کے پاس جنکیں ہوٹل میں گئے نواب صاحب موجود نہ تھے۔ کچھ دیر انتظار کیا۔ آخر اپنا رقعہ رکھ کر واپس آگئے۔ راستہ میں نواب صاحب کو جاتے ہوئے دیکھا مگر ملاقات کرنی مناسب نہ تھی۔ شام کو بازار کی سیر کی۔ آج ہفتہ ہے۔ اسلیے تمام تھیٹروں میں تماشے ہیں۔ عجب چہل پہل نظر آتی ہے۔ گرانٹ روڈ اس جگہ کا نام ہے۔ جہاں چار۔ پانچ تھیٹر ہیں۔ تین پارسی۔ جہاں اردو ناٹک ہوتے ہیں۔ اور ایک مرہٹہ۔ اور شاید ایک گجراتی۔

اگرچہ بارش جاری تھی مگر تماشائی بڑی کثرت سے تھے۔ سب تھیٹروں کے دروازوں کی سیر کرکے ہوٹلوں میں کچھ کھا پی کر واپس آئے۔ سو گئے +

یکشنبہ ۲۱۔ جولائی سنہ ۱۹۰۷ء

وہی بارش وہی پریشانی اور ایک جگہ کی قید۔ شام تک کہیں نہ جا سکے۔ اخبار تہذیب نسواں لاہور کو بمبئی کے حالات لکھے۔ شام کو ذرا مینہ تھما۔ سیدھے چوپاٹی گئے۔ کئی دن کے بعد گئے عجب بہار تھی۔ سمندر کی طغیانی اور غضبناک صورت سے کنارہ پر حملے کر رہا تھا مگر پرناز لوگ اطمینان سے اسکی سیر میں مصروف تھے۔ آٹھ بجے تک وہاں رہے۔ واپسی پر ہوٹلوں کی سیر اور خورد و نوش ہوئی۔ موسم خنک تھا سو گئے +

دوشنبہ ۲۲۔ جولائی سنہ ۱۹۰۷ء

آج رات پھر طوفانی بارش تھی۔ ہوا کا سناٹا۔ اور مینہ کا جھڑاکا۔ بجلی اور بلند مکانوں کی خیر نہیں۔ صبح بھی وہی عالم ہے۔ کھڑکیاں بند ہیں۔ لیمپ کی روشنی میں کام ہو رہا ہے۔

دوپہر کو نظامی صاحب تشریف لائے۔ یہ بزرگ عرصہ سے یہاں رہتے ہیں۔ آغا حشر کی زبانی اکثر ان کا تذکرہ سنا ہے۔ بمبئی میں فرخ صاحب نے بھی ان کا بارہا ذکر کیا۔ بڑے ذی اثر اور ہر دلعزیز آدمی ہیں۔ مجھسے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ نظامی تخلص سلسلہ نظامیہ میں داخل ہونے کے سبب ہے۔ ان کے والد حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحب فخری نظامی بریلوی کے خلیفہ ہیں۔ ان کے دو بھائی اور ہیں۔ ایک کا لقب فخری۔ ایک کا نیازی ہے۔

نظامی صاحب ہم سے باخلاق پیش آئے۔ آج ہم کو زکام کی شکایت ہے جس کے سبب تکلیف ہے۔ نظامی صاحب نے از راہ عنایت دوا بھیجنے کا وعدہ کیا مگر ہم نے انکار کیا۔ کیونکہ ہم زکام میں دوا کرنی نہیں چاہتے۔

شام تک زکام کے سبب افسردگی رہی ۳ بجے مولوی عبداللہ احمد صاحب کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس گئے۔ تاکہ اپنے گردوں کا معائنہ کرائیں ہمیں ان کی خرابی کا شبہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں اور بڑے خلیق ہیں کل حالات مفصل سنے۔ قارورہ مانگا۔ جس کو دیکھ کر مرض تشخیص کریں گے۔

واپس آئے۔ ابر اور ترشح موجود ہے۔ رات بھر بارش اور طوفانی ہوا کا زور رہا ہم کو زکام کے سبب آرام سے نیند نہ آئی۔ ریزش جاری ہے۔

آج میاں ممتاز علی صاحب منیجر دفتر سفر باریسال سے واپس آئے۔ لیاقت حسین کے مقدمہ کی شہادت میں گورنمنٹ نے بلایا تھا۔

سہ شنبہ ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۱ء

زور کا مینہ۔ زور کی ہوا۔ ۷۰ انچہ تو بارش ہو چکی ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوگا۔ کل تمام راستوں پر جگہ جگہ پانی بھرا تھا کہیں کمر کمر کہیں اس سے کم۔

آج بھی وہی عالم نظر آتا ہے۔ بارش کے سبب ہم تو ایک جگہ قید ہیں۔ زکام کی وہی حالت ہے سلطان الاخبار کے لئے ایک مضمون بعنوان قبر کے مردے بول سکتے ہیں۔ لکھا۔ اور تمام دن پڑے رہے۔ زکام کی تکلیف زیادہ ہے۔

رات کو یوسف صاحب نے بیڑھی روٹی کی دعوت کی۔ ہاں بھول گیا پرسوں شام کو مولوی سیف الدین نے ہماری دعوت کی تھی۔ یہ نو عمر عالم ہیں۔ اور نہایت خلیق آدمی ہیں۔ دفتر کے لئے مفت عربی اخبارات کا ترجمہ کرتے ہیں۔ زکام کے سبب آج طبیعت بہت خراب ہے۔

چہار شنبہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۷ء

آج بارش بند ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر نواب محسن الملک سے ملنے گئے۔ نہ ملے۔ پونہ گئے ہوئے ہیں۔ نواب سردار علی بھی مصروف تھے۔ اسلئے واپس چلے آئے اور مضامین لکھتے رہے۔ ساعات الاخبار کے لیے مضمون مردے زندہ کرنے کا عمل لکھا جس میں کل کے مضمون کی تشریح تھی۔ شام کو سمندر پر گئے۔ پالوے بندر پر جہازوں کی سیر کرتے رہے۔ عجب بہار تھی۔ ہوا اور طوفان کی تھپیڑ کا ڈگمگانا۔ سمندر کے سانس کے ساتھ جہازوں کا کبھی سمندر کی تہ میں گھسنا کبھی ایکدم ابھرنا۔ ایک گھنٹہ سیر کرتے رہے۔

ابر آیا اور بارش ہونے لگی۔ مکان واپس آئے۔ آج طبیعت بہت بحال ہے۔ بہت دیر تک بیدار رہے۔ اور سوئے تو بہت آرام کی نیند آئی +

پنجشنبہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش بند ہے۔ ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ اول وقت مطالعہ خطوط میں صرف ہوا۔ مولانا شبلی اور چند دوستوں کے خطوط آئے تھے۔ ناشتہ کر کے جناب حکیم عبد السلام دہلوی کے پاس گئے جو یہاں ابھی حال میں آئے ہیں۔ اعظم خاں کی حویلی میں رہتے ہیں۔ مدرسہ طبیہ دہلی میں تعلیم پائی اور سند لی ہے۔ یہاں بمبئی میں مطب کرنا چاہتے ہیں۔ پیر و جو لدار کے ناکہ پر مکان کرایہ کو لیا ہے بڑے خلیق آدمی ہیں۔ ہم نے اپنے معدہ اور گردہ کی بابت شکایت کی۔ حکیم صاحب نے اپنے پاس سے جوارش جالینوس چھ خوراک عنایت کی۔

کھانا کھا کر وکٹوریہ گارڈن کی سیر کو گئے۔ یہ باغ ڈاؤد ساسون یہودی نے ملکہ کے نام پر بنایا ہے۔ باغ بہت وسیع اور عمدہ ہے۔ باغ میں پرندے چرندے درندے جانور بھی ہیں۔ درمیان میں ایک پختہ عمارت ہے۔ جس میں عجائبات چیزیں رکھی ہیں۔ مکان نہایت عمدہ عالیشان ہے۔ رنگین پتھروں کا فرش ہے۔ وسط میں البرٹ کی تصویر یعنی قد آدم سنگ مرمر کا بت ہے۔

داؤد ساسون کا چہرہ بھی زینے کے پاس چسپاں ہے۔ تین گھنٹہ سیر میں صرف کرکے واپس آئے۔ تھک گئے تھے رشام تک کہیں نہ گئے۔ بارش بالکل بند ہے۔

رات سے بارش پھر شروع ہو گئی - اور بہت زور کی شروع ہے۔ آج بھی الحمد للہ ہم تندرست ہیں حسب وعدہ سلطان الاخبار کے لیے مضمون مکمل تحریر نہیں کیا مطبع کی چھپائی ایسی خراب ہے کہ کچھ لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مجبوراً ایک نوٹ معذرت کا لکھ دیا اور چہار شنبہ کا وعدہ کیا۔ وہ نوٹ کاتب صاحب کی عنایت سے نہایت غلط لکھا گیا +

جمعہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش کا سلسلہ جاری ہے سب سے پہلے جنرل ڈکسن صاحب کا خط لکھوایا۔ پارہ قرآن شریف مطبوعہ ہاشمی پریس جنرل صاحب کو بذریعہ رجسٹری پیکٹ بھیج دیا ہے۔ ایک خط اقبال کو کیمبرج لکھا۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام کے دفتر میں گئے۔ مگر بارش کے سبب جلدی واپس آگئے۔ رات بھر بارش جاری رہی +

شنبہ ۲۷ جولائی ۱۹۰۷ء

آج بارش کا بڑا زور شور ہے۔ لارڈ لیمنگٹن گورنر بمبئی نوکری چھوڑ کر ولایت جاتے ہیں اُنکے جلوس کی خبریں گرم ہیں۔ دیکھئے بارش میں جلوس کا کیا حشر ہو گا۔

ایک بجے گورنر صاحب بھائی کلہ کی طرف سے بھنڈی بازار میں آئے اور پائدھونی کی طرف چلے گئے۔ جب جلوس گزرا - بارش موسلا دھار تھی۔ دو دو، قدم پر پولیس کا پہرہ تھا۔ اگرچہ یہاں کی پولیس کی وردی میں چھتری بھی داخل ہے اور بارش کو خوب روک سکتی ہے۔ مگر آج کی بارش ایسی دھواں دھار ہے کہ سب کو تربتر کر دیا ہے۔ اول کچھ انگریز سوار سینہ کا جوشن پہنے ہوئے گزرے اسکے بعد ایک دستہ سکھ سواروں کا تھا۔ گورنر صاحب وکٹوریہ چوکڑی میں سوار تھے۔ تمام جسم برساتیوں سے ڈھکا ہوا تھا سامنے کوئی ہندوستانی (نواب صاحب آچین) بیٹھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی گزری لوگوں نے چیئرز دی۔ گورنر صاحب سلام کرتے جاتے تھے۔

نو بجے گورنر صاحب چلے گئے۔ سیل کے جہاز پر سات کو ٹاؤن ہال میں گوہر جان طوائف کا مجرا تھا۔ یتیم خانہ کی امداد کے لیے دس روپیہ اور پندرہ روپیہ ٹکٹ تھا۔ سنا ہے ٹکٹ کی آمدنی آٹھ دس ہزار کی ہو گئی۔ سر فیروز شاہ مہتہ جو بمبئی کے ممتاز پارسی ہیں جلسہ کے سرپرست تھے۔ گانا ہو چکا تو فیروز شاہ صاحب نے گوہر جان کی قابلیت کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا۔ کہ انھوں نے اپنے مجرے کی فیس پانسو ۵۰۰ نہیں لیے۔ مس گوہر نے اس کے جواب میں نہایت برجستہ تقریر کی اور مہتہ صاحب کی تقریر کی غلطی نکالکر یورپ کی موسیقی کی مفصل تاریخ بیان کر دی اسکے بعد پانسو روپیہ کے نوٹ علاوہ معافی فیس کے دیے۔ مہتہ صاحب نے سونے کا تمغہ گوہر کے سینہ پر اپنے ہاتھ سے لگایا۔

پارسی کمپنی میں زہری سانپ کا تماشا تھا دیکھا۔ اچھا سامان۔ اچھے ایکٹر اور اچھا تماشا تھا کاش ڈراما بھی ایسا ہی ہوتا۔ مس گوہر جو پہلے کاؤس کی کمپنی میں تھی اب یہاں ہے۔ اس کا پارٹ لوگ پسند کرتے ہیں مگر ہم کو نظیر نامی ایکٹر کی سیلی آواز پسند آئی۔ ایسی لوچدار آواز میں کم سنی ہیں۔ بارش جاری ہے۔ خوب ٹھنڈک ہے۔

یکشنبہ ۸ ۔ ۲ جولائی ۱۹۰۶ء

آج بارش بند ہے۔ مگر مطلع ابر آلود ہے حکیم عبدالسلام صاحب دہلوی کی دوا نے بہت فائدہ کیا۔ مگر ذرا خشکی بڑھ گئی ہے۔ اور قبض کی شکایت پیدا ہو گئی۔

دس بجے سیٹھ سلیمان عبدالواحد ارہ سوداگر اسپ وغیرہ کے پاس گئے وہ نہ تھے بیٹھ گئے۔ مرزا احمد صاحب تاجر ایرانی سے جو سیٹھ سلیمان کے شریک ہیں۔ بات چیت ہوتی رہی اتنے میں صادق علی صاحب انصاری وزیر ریاست خیرپور سندھ تشریف لائے۔ ہم ان سے واقف نہ تھے باتیں ہونے لگیں۔ یہ اصلی رہنے والے انبیٹھ ضلع سہارنپور کے ہیں۔ انصاری خاندان ہے۔ انکی پیدائش سندھ ہے۔ چہرہ سے آثار عبادت و نیکی مترشح ہیں۔ پچاس کے قریب سن ہے۔ قادری خاندان میں مرید ہیں۔ باتوں سے نہایت ذی علم اور خلیق معلوم ہوتے ہیں۔ باوجود دینداری زمانہ کے

کے ضرورتوں سے بھی باخبر ہیں۔ اور آپ کا نفرنس کو انہوں نے ہی کراچی میں مدعو کیا ہے۔ شام کو خواجہ امیر علی صاحب کے ہمراہ نواب محسن الملک صاحب کے پاس ہوٹل گئے۔ ملاقات کر کے جلدی واپس چلے آئے۔ افوار تھا۔ ہندستان گئے۔ مگر بارش آگئی۔ واپس چلے آئے۔ جی بہت خوش اور بحال ہے۔ الحمد للہ +

دوشنبہ ۲۹۔ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش ہے مگر کم۔ صبح ہی حکیم صاحب کے پاس گئے۔ اور ان سے طبیعت کا حال بیان کیا۔ انہوں نے ایک نئی دوا جو شاند کشتہ ہے۔ معدہ کی تقویت کے لیے دی۔ وہاں سے کلی شاہ صاحب کے پاس جو حکیم صاحب کے مکان کے قریب رہتے ہیں گئے۔ یہ شاہ صاحب ہمارے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید ہیں احسان اللہ عرف کلی شاہ ان کا نام ہے۔ بمبئی و بھڑوچ وغیرہ میں ان کے مرید کثرت سے ہیں۔ آدمی ہوشیار اور ذی علم معلوم ہوتے ہیں۔ بھڑوچ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔ یہاں ایک کتب خانہ ہے جس کا حضور محبوب الٰہی غریب نوازنہ کے اسم گرامی پر محبوبیہ نام رکھا گیا ہے۔ شاہ صاحب کو اپنے سلسلہ سے محبت معلوم ہوتی ہے۔ اور محبت میں غلو۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چلے آئے شام تک مکان میں رہے۔ موسم اچھا ہے۔ بارش بند ہے۔ ہماری طبیعت بہت اچھی ہے الحمد للہ۔

سہ شنبہ ۳۰ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش آج بھی بند ہے۔ کبھی کبھی ترشح ہو جاتی ہے۔ آج صبح سلطان الاخبار کے لیے کشف قبور کا عمل لکھا جس کی بمبئی میں شہرت ہو چکی ہے اور لوگ سکے بہت مشتاق ہیں سہ پہر کو نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ راستہ میں سیٹھ پرشوتم وشن رام کے مکان پر بیل لین میں گئے۔ یہ صاحب سیواجی کی لائف لکھ رہے ہیں بلکہ شاید لکھ چکے ہیں۔ ان کے نام میرے دہلوی دوست لالہ چند دلال چاول والے نے تعارفی کا خط دیا تھا مگر افسوس یہ سیٹھ صاحب مکان پر نہ ملے۔ کہیں سفر میں ہیں۔ یہاں سے نواب صاحب کے پاس گئے۔ کچھ دیر غپ شپ رہی۔ واپسی نواب نصر اللہ خاں کے پاس چوپاٹی پر گئے وہ باندرہ گئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر سمندر کی سیر کی بارش آگئی۔ گھبرا کر مکان واپس آئے۔

بارش کا سلسلہ رات کو پھر جاری ہو گیا۔ خاکسار صاحب کا خط آیا۔ دہلی میں بارش کی مانگ ہے

چہارشنبہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۷ء

آج کشف قبور کا عمل شائع ہو گیا۔ مطلع صاف ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر چرپائی گئے اور نواب زادہ نصار احمد خاں سے ملاقات کی۔ وہیں جامع مسجد کے خطیب سے بھی ملنا ہوا۔ وہ ہم کو پہلے سے جانتے ہیں۔ بارش کی ترشح جاری ہے۔ مکان پر آئے۔ کچھ دیر سوئے۔ تیسرے پہر انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ آغا حشر اور نظیر حسین صاحب تنہا بھی تھے۔ کچھ دیر خوب غپ شپ رہی۔ بارش بڑے زور شور کی تھی۔ نو بجے مکان پر آئے۔ عبد الغفار صاحب سادہ کار دہلوی ملنے آئے۔ اب یہ حیدر آباد میں زیادہ رہتے ہیں۔ ایک بجے تک باتیں کرتے رہے۔

الحمد للہ۔ ہم آج بھی تندرست ہیں۔ ہدف صاحب کے ہاں سے کھانا آیا تھا جو دہلی کے مزے کا تھا۔ مگر مرچیں اتنی زیادہ تھیں کہ شاید ان کا انجام صحت کے لیے مضر ہو گا۔ سید کاظم حسین صاحب ہدف لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ یہاں زردوزی کا کارخانہ ہے۔ اور ایک ماہواری رسالہ غنچہ جاوید نکالتے ہیں۔

پنجشنبہ یکم اگست ۱۹۰۷ء

بارش کم ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر انگریزی سبق لینے کلی شاہ صاحب کے مکان پر گئے حمید حسن صاحب جوہر ساکن امروہہ سے۔ اور گیارہ بجے واپس آئے کلی شاہ کے ہاں کوئی حکیم صاحب ہم سے ملنے آئے۔ لکھنؤ کے رہنے والے نقشبندیہ سلسلہ کے مرید۔ بمبئی میں طب شروع کیا ہے۔ مکان پر آ کر کھانا کھایا۔ اور سبق دیکھتے رہے۔ تیسرے پہر ایڈیٹر صاحب روزانہ مخبر اسلام گجراتی ملنے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ پونا کے اردو اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے۔ موسم خوشگوار۔ جی بحال۔ اور ہر طرح راحت میسر ہے۔ الحمد للہ دہلی کے خطوط آئے جواب دئے گئے۔

جمعہ ۲۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش کم ہے۔ آٹھ بجے انگریزی سبق کے لئے گئے۔ دس بجے واپس آئے کھانا کھا کر

نواب نصر اللہ خاں صاحب کے پاس حسب وعدہ گئے۔ مگر شاید وہ کسی کام میں تھے۔ دیر کے سبب فوراً واپس چلے آئے۔ وہاں سے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا۔ کیونکہ وہ آنے نہ دیتا تھا۔ مگر اب ہم نہ جائیں گے جب تک خاص طور پر وقت معین نہ ہو۔ خواہ مخواہ ہرج ہوتا ہے۔ سہ پہر کو انجمن دعوۃ الاسلام کے جلسہ میں جانا تھا۔ مگر مولوی عبداللہ احمد صاحب کی باتوں میں وقت گذر گیا اور سچ یہ ہے کہ یہ ایسی دلچسپ و دلپسند باتیں تھیں کہ انجمن کا جانا یاد نہ رہا۔

۹ بجے کھانے سے فارغ ہو کر انجمن ضیاء الاسلام کے جلسہ میں گئے۔ رفتہ رفتہ آدمی جمع ہوئے۔ ہم کو صدر مجلس بنایا گیا۔ تحریک درپیش ہوئی کہ بھاول میں کچھ لاوارث یتیم بچے آوارہ پھرتے ہیں۔ ان کی خبرگیری کرنی چاہیے۔ اسکی بابت مولوی نظیر حسن تنہا۔ سید امیر شاہ۔ آغا حشر نے عمدہ اور مؤثر تقریریں کیں۔ لوگوں نے ایک ایک دو دو لڑکوں کی پرورش کا بذات خود وعدہ کیا ہم نے بھی دو بچوں کی پرورش کا خرچ انجمن کو دینا منظور کیا۔ ایڈیٹر صاحب حبیب الاخبار امجد مرزا صاحب سے وہیں جلسہ میں ملاقات ہوئی۔ آجکل ان کا اخبار بمبئی میں خاصا مشہور ہے۔ ہندوستانی ہیں اور بہت خلیق ہیں۔

جلسہ سے فارغ ہو کر ایک بجے واپس مکان پر آئے۔ دو بجے تک نیند نہ آئی۔ اور سوئے تو بہت بے آرام۔ رات سے آنکھ کھل گئی۔ جی بھاری تھا۔

شنبہ ۳۔ اگست ۱۹۱۰ء

بارش کم ہے۔ انگریزی سبق کے لیے نو بجے گئے اور دس سے پہلے واپس آگئے۔ کھانا کھا کر نواب محسن الملک کے پاس ہوٹل گئے۔ کیونکہ مسٹر آرچ بولڈ پرنسپل محمڈن کالج سے ملنا تھا وہ رخصت پر ولایت جاتے ہیں۔ مگر جب ہم پہنچے وہ جہاز پر جاچکے تھے۔ نواب صاحب سے بات چیت ہوئی بھیکم پوری کو کوئی ڈیس بیٹھے تھے۔ مکہ معظمہ کے حالات بیان کرتے رہے۔ افسوس نواب عبدالشکور خاں صاحب کا جدہ میں انتقال ہوگیا۔ نیز دس آدمی اور بھی۔ یہ بھیکم پور کے بڑے دیندار رئیس تھے جی بس آکر خطوط لکھے سبق یاد کیا۔ سہ رات کو کہیں سیر کے لیے نہ گئے طبیعت ہنوز بھاری ہے۔ قبض کی شکایت ہے۔

یکشنبہ ۴- اگست ۱۹۱۷ء

آج کی رات بھی نیند صاف نہ آئی- صبح جی بھاری تھا- لیکن اجابت صاف ہو جانے سے طبیعت ہلکی ہوگئی- کھانا کھایا مگر قصداً کم- پڑھنے کے لیئے گئے-

واپس آئے- کچھ دیر سبق دیکھا- کچھ دیر اخبار پڑھا- بارہ کے قریب منصور شاہ صاحب دہلوی تشریف لے آئے- یہ لُہاروں کے خاندان میں ہیں- عرصہ تک حیدر آباد میں ملازم رہے- پھر فقیر ہو گئے سیاحی کرتے رہے- آجکل پونہ میں ہیں- ان کے قول کے موافق وہاں کثرت سے مرید گئے ہیں- ایک تصوف کا مدرسہ وہاں تعمیر کیا ہے- آج کل کچھ جھگڑا ہے- اسکے لیئے قاضی کبیر الدین بیرسٹر کے پاس آئے ہیں- تمام واقعات مجھ کو سنائے- یہاں تک کہ پورے تین گھنٹہ صرف ہوگئے- وہ تشریف لے گئے تو اشتہا معلوم ہوئی- ہوٹل میں جا کر ناشتہ کیا- ناشتہ کر کے چو پاٹی کی سیر کو گئے عجب بہار تھی- کئی روز بعد بارش تھمی ہے- اسپر اتوار کا دن- تمام بمبئی الٹ پڑی تھی- مغرب کے وقت تک سیر کی پھر واپس مکان پر آئے- کھانا کھایا سبق یاد کیا- اور ٹھنڈی ہوا میں سو گئے-

دوشنبہ ۵- اگست ۱۹۱۷ء

بارش بالکل بند ہے- مگر خلاف معمول ہوا تیزی سے چلتی ہے- آج صبح پہلے کھانے سے فارغ ہوئے- اسکے بعد پڑھنے گئے- کملی شاہ صاحب نے چار پلائی- ماسٹر حمید الحسن صاحب نے علاوہ سبق کے انگریزی کتابوں کی عجیب تصویریں دکھائیں- گیارہ بجے واپس آئے سبق یاد کیا- اخبارات پڑھے- آج زمانہ کا پور کے دو پرچے آئے ہیں- بہت اچھے ہیں خاصکر جولائی نمبر جس میں بھارت ماتا کی رنگین اور نہایت ہی خوبصورت تصویر ہے-

تیسرے پہر چوپاٹی پر گئے خلقت کم تھی- مگر ہوا- سبحان اللہ مغرب کے بعد تک سیر ہواخوری کرتے رہے- واپس آئے کھانا کھایا سبق دیکھا- اور جب نیند آئی تو سو گئے +

سہ شنبہ ۶- اگست ۱۹۱۷ء

آج ہماری طبیعت خراب ہے- اجابت کو تیسرا دن ہے- بمبئی میں قبض کی عام شکایت ہے-

ہم بھی اسمیں مبتلا ہو گئے۔ سبق یاد کیا۔ مگر نہ ہو سکا۔ اتنے میں ہدف صاحب کھانا لے آئے۔ کیونکہ چندروز سے انہی کے مکان پر کھانا پکتا ہے۔ بھوک تو نہ تھی۔ مگر مجمع احباب کی خاطر کچھ کھا لیا اس کے بعد ہدف صاحب کے ہمراہ کاغذ لفافے خریدنے گئے۔ سنو لفافے تنو کاغذ ایک روپیہ کے لئے کا۔ ڈاو قلم دوات خریدی اور واپس آئے +

بھائی صاحب منشی غلام نظام الدین۔ نواب نصر اللہ خاں بمبئی۔ نواب حبیب الرحمن خان شروانی۔ محمد یعقوب بٹلہ میراور۔ دلدار علی وغیرہ کو خط لکھے۔ آج دفتر میں ایک صاحب پنجاب کے رہنے والے آئے ہیں۔ مظفر گڈھ میں رہتے ہیں ان کے والد غلام محمد خان صاحب پنشنر پولس انسپکٹر بیان کئے جاتے ہیں۔ اپنا نام غلام رسول عرف نپولین بتلاتے ہیں۔ نوجوان۔ گندمی رنگ۔ معمولی قد۔ بائیس برس کی عمر ایف اے پاس ہیں۔ گیروا تہمت۔ اور گیروا عمامہ باندھے ہوئے ہیں فرانس تعلیم کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ بمبئی میں خرچ مانگنے کے لئے قیام کیا ہے۔ بشرہ سے ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آج طبیعت خراب ہونے کے سبب سبق پڑھنے نہیں گئے۔ سہ پہر کو بازار کی سیر کی۔ مگر مزاج کی وہی خراب حالت ہے۔ رات کو کھانا بھی اچھی طرح نہ کھا سکے۔ بارش آج بھی بند ہے

چہارشنبہ ۷ اگست ۱۹۰۷ء

شکر ہے کہ بارش آج بھی بند ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر سبق پڑھنے گئے۔ اور واپسی میں ماسٹر سید حمید الحسن صاحب جوہر کے ہمراہ کالبادیوی بازار گئے۔ انگریزی تحریر کی مشق کے لئے کاپیاں خریدیں۔

دفتر میں سنا کہ ہمارے بعد دہلی سے سید امتیاز حسین صاحب ہم سے ملنے آئے تھے اور ہمارے موجود نہ ہونے کے سبب واپس چلے گئے۔ یہ دہلی کی کوتوالی میں ملازم ہیں۔ بہت لائق اور ہمارے بڑے دوست ہیں۔ یہاں کسی مقدمہ کی تفتیش میں آئے تھے۔ جو دہلی کو منتقل ہو گیا۔

شام کو چوپاٹی کی سیر کو گئے۔ عجب صاف ہلکی ہوا تھی۔ مگر صحت اندرونی خراب ہونے کے سبب لطف کم آیا۔ آٹھ بجے واپس آئے۔ رات کو نیند دیر میں آئی۔ ایک بجے کے قریب سوئے +

پنجشنبہ ۸۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش نہیں ہے۔ ہوا بڑی پرلطف ہے۔ ہم آج بھی بیمار ہیں۔ وہی قبض کی شکایت
آج چونکہ خواجہ امیر علی نائب ایڈیٹر سلطان الاخبار پنج بہادر بریلی گئے ہیں۔ جہاں ان کو لیاقت
حسین کے مقدمہ میں گواہی دینی ہے۔ اسلیئے ہم نے سلطان کےلیئے ایڈیٹوریل لکھا۔ اسکے
بعد نواب مزمل اللہ خان صاحب اور نواب علی حسن خان صاحب کو تاریخ قلمرو نظام کی
بابت خط لکھے۔ سہ پہر کو سبق لینے گئے مگر جوہر صاحب موجود نہ تھے۔ کچھ دیر کملی شاہ صاحب
کے پاس بیٹھے۔ اسکے بعد بازار کی سیر کو گئے۔ مگر کچھ لطف نہ آیا۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ اور دوبارہ
ماسٹر صاحب کے پاس گئے۔ دیر تک بات چیت کرکے واپس آئے۔ اور وطن کے لیئے "ہمارے
خواجہ کا دربار" مضمون لکھا۔ کملی شاہ صاحب نے رفع قبض کے لیئے ہڑ اور چاندی کا ورق دیا
تھا۔ اسکو کھایا اور سو گئے الحمد للہ باوجود خرابی صحت نیند عمدہ آئی۔

جمعہ ۹۔ اگست ۱۹۰۷ء

قبض رفع ہوا۔ طبیعت صاف ہے کھانا عمدگی سے کھایا گیا۔ بارش پھر شروع ہے۔
سبق پڑھا۔ خورشید مرزا صاحب کو شملہ پر اور شیخ محمد اکرام مخزن کو لاہور خط لکھے۔ محفوظ علی
صاحب بدایونی ملاقات کو آئے۔ یہ صاحب عربی اور انگریزی تعلیم یافتہ ہیں۔ پچاس برس
کی عمر ہوگی۔ بربرہ سمالی لینڈ میں جج ہیں آجکل رخصت پر آئے ہیں اور بمبئی میں چینی برتن کی دکان کھولی ہے
منصور شاہ صاحب ملنے آئے بارش خوب ہو رہی ہے ہماری طبیعت الحمد للہ اچھی ہے

شنبہ ۱۰۔ اگست ۱۹۰۷ء

الحمد للہ آج بھی ہم بہت تندرست ہیں۔ کھانا کھاکر سبق کو گئے۔ واپس آکر غسل کیا
اور کپڑے بدل کر میر حمید الحسن صاحب جوہر کے ہمراہ محفوظ علی صاحب بدایونی کے دکان پر گئے
عجیب بات معلوم ہوئی کہ محفوظ علی صاحب جو پچاس برس کے معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے
ہم سن ہیں۔ جاپانی کمخواب اور برتن دکھائے سبحان اللہ کیا خوب چیزیں ہیں محفوظ علی صاحب نے

واقعی انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں تجارت کی بہت اچھی مثال قائم کی ہے۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اس دکان میں ترقی اور کامیابی عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس نمونہ کی تقلید نصیب کرے

آمین

آج غلام حسین جان علی بوٹ مرچنٹ جالندھر دفتر میں مہمان آئے۔ نیک اور خلیق آدمی ہیں۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام گئے۔ اور آٹھ بجے الفریڈ ناٹک کمپنی میں خواب ہستی کا تماشہ دیکھنے چلے آئے۔ تماشہ خاصہ تھا۔ لباس اور سینری نہایت ہی اعلیٰ۔ مگر اسرار الٰہی کا ظہور کم ہے۔ ایک بجے واپس آئے اور سو گئے۔ بارش آج بھی کم و بیش جاری رہی۔

یکشنبہ ۱۱۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج دیر تک سوتے رہے۔ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے کہ منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ انکی باتوں میں تین گھنٹہ صرف ہوئے۔

منصور شاہ صاحب موجود تھے۔ کہ نادر علی صاحب نادر کاکوروی ملاقات کرنے تشریف لائے۔ یہ مخزن کے مشہور نامہ نگار ہیں۔ یہاں پارسی ناٹک کمپنی نے منشی گری کے لیے بلایا تھا۔ مگر ان کی مرضی کے راس نہ آئی اسلئے واپس کاکوری جاتے ہیں۔ درمیانی عمر کے آدمی ہیں۔

شام کو میاں ممتاز علی صاحب منیجر دفتر کے ہمراہ نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ اسوقت نواب سید سردار علی بھی موجود تھے مسلمانوں کی حکومت اور بردباری کے قصے ہوتے رہے۔ میاں ممتاز ان واقعات سے ایسے متاثر ہوئے کہ بے اختیار رونے لگے۔

گھنٹہ بھر بات چیت کر کے روانہ ہوئے سمندر کے کنارے سیر کرتے ہوئے۔ قلابہ گئے۔ اور وہاں سے بینڈ اسٹن دیکھ بھال کر کے بجلی ٹرام میں دفتر آ گئے۔ کھانا تیار تھا خوب کھایا۔ آجکل کھانے کی بڑی دلچسپ صحبت ہوتی ہے۔ ہم ہدف صاحب ممتاز صاحب اور مرزا قاسم صاحب۔ انکا بچہ سردار۔ امین الدین خان صاحب مفتوں۔ اجمیری ایک دسترخوان پر

بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد منڈر میں مسجد کے عنوان سے وطن کو مضمون لکھا
اور بارہ بجے سو گئے۔ بارش آج بھی تھوڑی بہت جاری ہے۔ شہر میں ہیضہ شروع ہو گیا۔

دو شنبہ ۱۲۔ اگست ۱۹۱۳ء

بارش پھر زور سے شروع ہو تی ہے۔ صبح کھانے سے فارغ ہو کر سبق یاد کرنا تھا۔
مگر منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ اور بارہ بجے تک باتیں کرتے رہے ہم کہیں جا سکے
بارش بھی مانع آئی۔ سلطان الاخبار کے لیئے مراکش پر حملہ مضمون لکھا وطن کے لیئے منڈر میں مسجد والا
مضمون صاف کیا۔ جب شاہ صاحب تشریف لے گئے کچھ دیر آرام کیا۔ بیدار ہو کر اخبارات
پڑھے۔ کوئٹہ کا خط آیا تھا اس کا جواب لکھا۔ ایک خط حافظ احسن الدین کو میرٹھ لکھا۔ غلام حسین
جان علی بوٹ مرچنٹ جالندھر ولکن نے اسرار التصوف اور وظائف کی بابت ذکر چھیڑا۔ کچھ دیر تقریر
کر کے ان کو سمجھایا۔ بات چیت میں وقت عمدگی سے صرف ہوا۔ بارش کا وہی عالم ہے۔ لگاتار ہو رہی
ہے ہوا خنک ہے۔ بیماری کی خبریں آ رہی ہیں۔ نواب سید سردار علی مالک ایکسیلسیر ہوٹل
نے آج چار بجے ملنے کا وعدہ لیا تھا۔ مگر افسوس بارش کے سبب ہم اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔
سلطان کے لیئے اجمیر شریف کے عرس پر ایک نوٹ لکھا۔ آج حسن میاں کا پھلواری سے خط آیا
الحمدللہ آج ہم بہت اچھی صحت میں ہیں۔ ہدف صاحب نے جیسا کھانا پکوایا تھا۔ ویسا ہی ہم کو
موافق آیا۔ خدا کا شکر۔ اور ہدف صاحب کا احسان ماننا چاہیئے۔

سہ شنبہ ۱۳۔ اگست ۱۹۱۳ء

صبح ہوئی۔ بارش موجود ہے۔ منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ ہم آج بھی
سبق کو نہ جا سکے۔ طبیعت الحمدللہ بہت اچھی ہے۔ سہ پہر تک دفتر میں رہے شام کو نواب
محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ اُن کے سر پر پھوڑا ہو گیا تھا۔ جو چیرا گیا اور اب بہت اچھا ہو گیا
ہے۔ تاہم کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔ اسہال کی بھی شکایت ہے۔ دو گھنٹہ کامل بات چیت رہی۔
نواب سید سردار علی صاحب بھی آ گئے۔ اور مولوی رفیع الدین بیرسٹر بھی۔ خوب غپ شپ رہی۔

آخر وہاں سے رخصت ہوکر اپالو بندر پر گئے۔ عجب بہار تھی۔ ابر ہوا سمندر شام جہاز کشتیاں ادفوہ قدرت پرست انسان کے تڑپ جانے کا سامان تھا۔ ہم تو وہیں رم جاتے مگر حبیب الرحمن صاحب نامہ نگار پیسہ اخبار اور جے پوری حکیم صاحب کھینچ لائے۔ ٹرام میں سوار ہوکر مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور ٹھنڈی ہوا میں سوگئے۔ بارش جاری ہے ہماری صحت بفضلہ بہت اچھی ہے

چہارشنبہ ۱۴ اگست ۱۹۰۷ء

خدا کا فضل ہے صحت کی حالت میں صبح ہوئی۔ بارش جاری ہے۔ سلطان کے لیے ۳ مضمون بعنوان جنگی میدان میں تلوار چل رہی ہے۔ ایسے پیروں کی ضرورت نہیں۔ امسال محمڈن کانفرنس لکھے۔ وفا حیدرآبادی کو ان کی والدہ کی تعزیت کا خط لکھا۔ اسے برکت کمپنی کو جواب دیا۔ مولانا شبلی وحالی کو خطوط لکھے کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ شام کے قریب میر حمید الحسن صاحب جوہر کے ہمراہ ناگ پنچمی کی سیر کو گئے۔ یہ ہندوؤں کا میلہ ہے۔ جے جے اسپتال کے قریب پارسی کی مورت کے سامنے تالاب پر میلہ ہوتا ہے ہزاروں ہندو جمع ہوتے ہیں اور ہزاروں مسلمان تماشائی بھی آجاتے ہیں۔ سینکڑوں آدمی بانس کی پٹاریوں میں سانپ لیے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ ناگ کو دودھ پلاؤ۔ لوگ ان کو پیسے دھیلے دیتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان کو پیسہ دیتا ہے یہ سانپ کی گردن پکڑ کے دودھ کی پیالی میں جو ان کے پاس رکھی ہوتی ہے ڈبو دیتے ہیں۔ سانپ زبان نکالتا ہے اور ان کے خیال میں دودھ کی نذر قبول کر لیتا ہے۔ کچھ لوگ جمع ہو کر گاتے ہوئے چکر لگاتے ہیں۔ ان کے آگے شیو جی کا ترسول ہوتا ہے جس پر نیواڑ سے ہرے ہوتے ہیں۔ بارش کے سبب میلہ میں بے لطفی رہی +

واپس آکر کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ دو گھنٹہ کامل ترقی سلسلہ نظامیہ کی نسبت مفید مشورہ ہوتا رہا۔ کملی شاہ نہایت بیدار مغز نظامی ہے۔ خاص دلسوزی سے نظامیوں کی بہتری چاہتا ہے۔

بارش زور شور کی ہوتی رہی جب کم ہوئی۔ مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ کن پیروں کی ضرورت ہے

مضمون لکھا مولوی عزیز مرزا صاحب کو خط روانہ کیا اور بارہ بجے بآرام سو گئے۔ بارش بہت زور کی ہے موسم ٹھنڈا اور ہوا ٹھنڈی ہے۔ ہم کل کی نسبت عمدہ صحت میں نہیں پائے جاتے۔

پنجشنبہ ۱۵۔ اگست ۱۹۰۷ء

آنکھ کھلتے ہی ماسٹر حمید الحسن صاحب جوہر کو سرہانے بیٹھا پایا۔ سبق دینے تشریف لائے تھے۔ مگر ہم کو یاد نہ تھا۔ شام کے وعدہ پر رخصت لی۔ اسی اثنا میں منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے ہم بیدار ہو کر حوائج ضروریہ کو بھی نہ گئے تھے۔ گئے تو اجابت نہ ہوئی۔ جی بھاری۔ فرصت کم۔ کام بہت۔ باتیں شروع ہوئیں اتنے میں ہاتف صاحب یہاں سے گھر پر کھانے کے لئے بلایا بھوک نہ تھی۔ ہم نے انکار کیا۔ سب دفتر والے گئے۔ اور ہمارے واسطے وہ نان تنوری روغنی یعنی پراٹھے اور عمدہ دال لیکر آئے۔ واہ۔ برسات۔ اور تنوری پراٹھے۔ دلی یاد آگئی۔ نہ ہوا قطب صاحب کا جھرنہ دوست تو ویسے ہی موجود ہیں۔ مگر نہیں وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔ خوشی کی بات منصور شاہ صاحب نے بھی آج ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر باتیں شروع ہوئیں۔ تین بج گئے۔ اسوقت منصور شاہ صاحب تشریف لے گئے۔ اور ہم سبق کو گئے۔ میر صاحب موجود تھے انہوں نے امتحان لیا۔ یا کہئے کہ سبق کو سنا۔ مگر آج پورے چار دن کا سبق بالکل یاد نہیں۔ یاد کیونکر ہو۔ یاد کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ شرمندہ نادم ہو کر رات بھر کی مہلت مانگی اور سیٹھ ابراہیم سلیمان عبدالواحد لدہ کے پاس گئے۔ آج صبح سیٹھ نے ہم کو دعوت کا پیام بھیجا تھا ہم نے معذرت چاہی اور دعوت سے بچنے کی کوشش کی مگر سیٹھ صاحب نے اصرار کیا۔ ناچار قبول کی۔ اسکے بعد چوپاٹی پر سیر کرنے گئے۔ وقت اچھا تھا مگر مجمع کم۔ قریب مغرب واپس آئے اور فوراً فرخ صاحب کے مکان پر گئے۔ ان کو ہمراہ لے کر سیٹھ حاجی سلیمان کے مکان پر دعوت کھانے گئے۔ کھانا کھایا۔ اسکے بعد دیر تک بات چیت رہی۔ مولوی عبد اللہ احمد صاحب بھی تھے۔ سیٹھ نے پونا آنے کی دعوت دی ہم نے سرسری وعدہ کیا۔ مکان پر آئے۔ جی اداس تھا۔ خیالات کی پیچیدگی نے اداسی اور بڑھا دی اسی حالت میں گیارہ بجے لیٹ گئے۔ بارش جاری تھی اور ٹھنڈی ہوا۔ نیند آگئی۔ عجیب وغریب خواب

نظر آئے صحت آج کچھ زیادہ عمدہ نہ رہی تاہم خدا کا شکر ہے کہ دہلی کی نسبت لاکھ درجہ اچھا حال ہے۔

جمعہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج خدا کے فضل سے ہم تندرست ہیں۔ بارش بند ہے مگر یہاں کی بارش کا کچھ ٹھیک نہیں۔ ابھی دھوپ تھی کہ زور کا پانی پڑنے لگا۔ صبح ہی منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ باتیں ہونے لگیں سبق کو آج نہ گئے۔ کھانا کھا کر اخبارات پڑھتے رہے۔ تیسرے پہر جانے کا ارادہ تھا مگر بارش شروع ہوگئی۔ آج شام کو پانچ بجے سبق کو گئے۔ جوہر صاحب موجود نہ تھے لکلی شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ باتیں ہونے لگیں۔ کوئی آریہ آگیا اس سے شاہ صاحب نے نہایت پر لطف گفتگو کی۔ ایڈیٹر صاحب کشف الاخبار بھی موجود تھے یہ سن رسیدہ آدمی ہیں۔ اگلے زمانہ میں ان کا اخبار بمبئی میں بہت مشہور تھا۔ اب کچھ مکانات خرید لیے ہیں اسکے کرایہ پر گذارہ ہے مکان پیرولین میں ہیں جہاں لکلی شاہ رہتے ہیں۔

قریب مغرب واپس مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور تفریح کے لیے باہر نکلے کہ مینہ آگیا کتب فروش صاحب کی دکان پر بیٹھ گئے۔ وہاں گوپامؤ کے مولوی صاحب یا شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ یہ نقشبندیہ خاندان کے ہیں سلیمان سیٹھ کے یہاں پہلی دعوت میں ان سے ملاقات ہوئی تھی باتیں شروع ہوئی۔ لب و لہجہ آزادانہ اور کرخت ہے۔ گفتگو موجودہ آلات حرب پر تھی۔ شاہ صاحب نے ثابت کر دیا کہ انگریز ابھی تک حربیہ قواعد اور ان آلات حرب سے نابلد ہیں۔ جو مسلمانوں کے زمانہ میں رائج تھے۔ یہ بات یقین کرنے کے قابل نہ تھی۔ مگر حیرانی ہے کہ کیونکر انہوں نے میرے ذہن نشین کر دیا کہ واقعی موجودہ آلات حرب پرانے سامان کے سامنے ابھی ہیچ ہیں۔ لیکن نقص یہ ہے کہ پرانے ہتھیاروں کے صحیح استعمال کو کوئی نہیں جانتا۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ شاہ صاحب نے توحید میں جنگی بیان ادا کر دیا۔ اسوقت ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس پیرایہ سے ہم بھی اپنے سلسلہ کو جنگی بتا سکتے ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ فقیروں میں بھی مردانے اوصاف باقی رکھے جائیں۔ آج جنرل ڈکسن کو ولایت خط روانہ کیا۔ شاہ صاحب کی

باتوں میں دو گھنٹہ صرف ہوئے۔ دس بج گئے تھے۔ واپس آن کر سو گئے۔ موسم خوشگوار ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے مزاج معتدل خوب نیند آئی۔ مگر عجیب بات ہے آجکل ہم اپنے والد اور دیگر مرنے والے بزرگوں کو خواب میں دیکھتے ہیں +

شنبہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج وا بجے سے فراغت حسب معمول نہ ہوئی طبیعت اداس ہے۔ بہت سویرے سمندر پر چلے گئے۔ راستے میں مندروں پر ہندو مرد و عورتوں کا بڑا ہجوم تھا یہ بہار دیکھتے ہوئے سمندر پر گئے۔ آج بہت تلاطم ہے۔ لوگ پوجا میں مصروف تھے۔ بنچ پر بیٹھ کر انکی سیر دیکھنے لگے حقیقت میں سمندر عظمت الٰہی کا بہت بڑا ظہور ہے۔ مگر اسکے آگے سر جھکانا بیکار ہے۔

۹ بجے واپس آئے کھانا کھایا۔ منصور شاہ صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو لیکر گیلی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ دونوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور ہم نے جوہر صاحب سے سبق لیا۔ واپس آکر اخبارات پڑھے۔

شیخ عبدالقادر صاحب کا خط آیا جس میں وہ اپنی مخلصانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آجکل ملتان میں ہیں۔ وہیں بیرسٹری شروع کرینگے۔

۲ بجے منصور شاہ صاحب دوبارہ ملنے آئے۔ اور تشریف لے گئے۔ ہم نے کچھ دیر آرام کیا۔ چار بجے مارکیٹ گئے۔ وہاں حسب وعدہ منصور شاہ صاحب موجود تھے۔ ان کو ہمراہ لے کر ٹرام میں نواب محسن الملک کے پاس گئے۔ ملاقات ہوئی۔ اب انکا مزاج اچھا ہے۔ نواب نصراللہ خاں کے پاس جانے والے تھے۔ جب وہ چلے گئے نواب سید سردار علی مالک واٹسن ہنکیس ہوٹل سے باتیں ہونے لگیں۔ سردار صاحب نے شاہی زمانہ کی سندوں کے فوٹو دکھلائے یہ اعلیٰ درجہ کی قدردانی ہے کہ اپنی پرانی یادگاروں کو یوں بچایا۔ باتوں میں چشتیت اور قادریت کی بحث آگئی۔ وہ حضرت غوث الاعظم کو مختار کل بیان کرتے تھے کہ بغیر ان کے حکم کے کوئی شخص درجہ ولایت نہیں پا سکتا۔ ہم سے داد لیتے تھے یا یوں کہنا چاہیئے کہ ہمارا عقیدہ معلوم کرنے کی چھیڑ تھی

ہم نے صاف کہا کہ یہ نفسانیت کے جھگڑے ہیں۔ بزرگوں کی باتوں کی ہمیں کیا خبر۔ مگر جب انہوں نے اصرار سے دریافت کیا تو جواب دیدیا گیا۔ کہ ہم کو حضرت غوث کے اس مرتبہ سے انکار ہے۔ اسکے بعد سر سید احمد خان صاحب کی نجات کے بحث چھڑی۔ ان کے خیال میں سید صاحب دوزخ میں ہیں۔ ہم نے اس خیال پر کھلم کھلا ملامت کی۔ سردار صاحب اس جواب سے کبیدہ ہوئے ہوں ہمیں کیا پروا ہے۔ بات سچی کہنی چاہئے۔ مولوی عبد القادر بدایونی نے لوگوں کو قادریت پر متعصب بنا دیا ہے۔

واپس آ گئے۔ کھانا کھا کر سیر کو گئے۔ تماشہ کی رات تھی۔ گرانٹ روڈ پر بڑی کیفیت تھی۔ انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ پنولین۔ امیر علی شاہ سے ملاقات ہوئی۔ اسی اثنا میں میاں محمود مقرے کوکنی آئے یہ بالکل مولوی غلام یسین آہ مرحوم کے ہمشکل ہیں۔ انگریزی تعلیم پاتے ہیں۔ گیارہ کے قریب واپس مکان پر آئے۔ اور سو گئے۔ الحمد للہ طبیعت گو اچھی ہے مگر چند تفکرات نے افسردہ کر رکھا ہے ؏

یکشنبہ ۵ اگست ۱۹۰۶ء

بارش کم ہے۔ مگر ہم کہیں بھی نہ گئے۔ جو کیفیت رات کو تھی وہی حال اب بھی ہے۔ اداسی بڑھ گئی ہے۔ منصور شاہ صاحب تشریف لائے اور جلدی تشریف لے گئے۔ تیسرے پہر تشریف لائے اور ہم ان کو لیکر قاضی کبیر الدین صاحب بیرسٹر کے پاس گئے۔ شاہ صاحب کا کوئی مقدمہ ہے۔ قاضی صاحب بہت اخلاق سے پیش آئے اور شاہ صاحب کے تمام واقعات سنے۔ اسکے بعد قاضی صاحب نے اپنے بھائی سید رشید الدین صاحب چشتی قادری شطاری سے ملایا۔ یہ صاحب آج ہی بغداد شریف کا سفر کرکے واپس آئے ہیں۔ جنیر علاقہ پونا ان کا وطن ہے۔ مگر آج کل حیدر آباد میں رہتے ہیں پکی عمر کے آدمی ہیں۔ باتوں اور بشرہ سے ہوشیار نظر آتے ہیں ؏

آٹھ بجے واپس آئے۔ اور شاہ صاحب کو مکان پر چھوڑ کر پھر دوبارہ قاضی صاحب کے یہاں گئے کیونکہ انہوں نے مدعو کر دیا تھا۔ مولوی عبد اللہ احمد صاحب بھی تھے۔ کھانا کھا کر اور کچھ دیر قاضی صاحب سے بات چیت کرکے مکان پر آئے۔ اور آرام سے سوئے۔ بارش جاری ہے اور

ٹھنڈی ہوا۔ ہماری صحت اچھی ہے +

دوشنبہ ۱۹۔ اگست ۱۹۰۷ء

الحمد للہ آج ہم بہت بشاش ہیں۔ منصور شاہ صاحب تشریف لائے۔ بات چیت ہوئی شیخ عبدالقادر کو خط لکھا۔ بارش کم و بیش جاری ہے۔ سبق کو نہیں گئے دن بھر دفتر میں رہے شام کو انجمن ضیاء الاسلام میں گئے آغا حشر وغیرہ موجود تھے۔ آغا حشر نے اپنا نیا ڈرامانیکی و بدی سنایا۔ ابھی پہلا سین لکھا ہے۔ اور وہ بالکل لاثانی چیز ہے +

سہ شنبہ ۲۰۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج صبح منصور شاہ صاحب تشریف لائے۔ اور جلدی واپس جانا چاہا۔ اتنے میں فرخ صاحب بھی آ گئے۔ ہم شام تک کھیلتے رہے۔ شام کو اول کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ اسکے بعد چوپاٹی کے پل تک۔ واپسی میں حسب وعدہ نظامی صاحب کے مکان پر چوکی محلہ میں گئے۔ دیر تک انتظار کیا۔ نظامی صاحب موجود نہ تھے۔ چلے آئے۔ سامنے جناب حکیم عبد الرحیم صاحب جے پوری کا مطب ہے۔ ان کے پاس گئے۔ بہت نیک اور خلیق آدمی ہیں ان کے والد ایک زمانہ میں ٹونک میں وزیر تھے جو نواب صاحب ٹونک کے ہمراہ معزول کئے گئے تھے۔ یہ کچی بھائی ہیں۔ اور بہت دیندار ہیں۔ جناب مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے بیعت ہے۔ واپس آئے موسم ٹھنڈا اور صحت عمدہ سو گئے +

چہار شنبہ ۲۱۔ اگست ۱۹۰۷ء

اب بارش کا زور شور بند ہے کبھی کبھی ترشح ہو جاتی ہے۔ ہم بفضلہ اچھی حالت میں ہیں لیکن ایک خاص فکر کے سبب پریشانی ہے۔ سبق کئی روز سے نہیں پڑھا۔ منصور شاہ صاحب پونا تشریف لے گئے۔ آج صبح غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ خیال آ گیا کہ محمد حسن صاحب مقبہ نے ملاقات کا خط کل شام کو بھیجا تھا۔ ملنا چاہیے۔ چنانچہ مقبہ صاحب سے ملنے گئے۔ ملاقات ہوئی۔ مقبہ میمنوں میں ایک خاندان کا نام ہے۔ محمد حسن صاحب اسی خاندان میں ایک دولت مند

علم دوست نوجوان ہیں۔ ایک کتب خانہ مقتبہ لائبریری کے نام سے نواب کی مسجد کے قریب قائم کیا ہے
اسکے علاوہ اور علمی اور قومی کاموں میں فیاضی سے دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی
محمد حبیب نقیب ہمارے پرانے دوست تھے۔ افسوس طاعون میں رحلت کر گئے۔ سلسلہ نظامیہ میں
مرید تھے۔ اور جب دہلی آتے تو ہم سے ضرور ملتے اور ہمارے پاس قیام کرتے تھے۔ محمد حسن صاحب
سے دیر تک بات چیت رہی۔ بہت اخلاق سے پیش آئے آدمی سنجیدہ معلوم ہوتے ہیں۔

واپس آکر اخبارات کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ کچھ دیر سوئے شام کو حکیم عبدالرحیم
صاحب جے پوری کے پاس گئے۔ اور وہاں سے چوپاٹی ہوتے ہوئے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور سو گئے
آج طبیعت ذرا اداس سی ہے۔

لیکن طبیعت ہر طرح عمدہ ہے وکیل کو ایک مضمون مشائخ کی طاقت کے عنوان سے لکھا
گیا۔ حسن میاں صاحب پھلواری اور شہاب الدین صاحب دہلوی کو اخبارات کے نمونے روانہ کئے۔

پنجشنبہ ۲۲- اگست سنہ ۱۹ء

آج طبیعت صاف نہیں ہے۔ قبض کے سبب جی بھاری ہے۔ کھانا کھا کر ممتاز علی صاحب
منیجر سلطان الاخبار کے ہمراہ ذکریا مسجد دیکھنے گئے۔ نہایت عالیشان مسجد ہے۔ یہاں مسجدیں دوہری
ہوتی ہیں۔ نیچے کے حصہ میں بہت وسعت ہے۔ ۲۴۰ قدم طویل اور ۱۶۰ قدم عریض صرف اندرونی حصہ ہے
اس مسجد کے متعلق ایک عالیشان دینی مدرسہ ہے۔ پانسو کے قریب بچے قرآن شریف۔ اردو۔ فارسی
عربی۔ گجراتی پڑھتے ہیں۔ تمام مصارف وقف سے ہیں جو بانی مسجد نے کیا ہے۔ یہ مسجد سنہ ۱۲۹۱ ہجری
کی بنی ہوئی ہے۔ عربی پڑھنے والے عموماً بیرونی لوگ ہیں جنکی تعداد سو کے قریب ہے۔ ان طلبہ کے
تمام اخراجات خورونوش کپڑا وغیرہ مدرسہ کے ذمہ ہے۔ میمنوں کے بچے گجراتی حساب کتاب کچھ
مسئلے مسائل۔ اور تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ کر مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور تجارت میں معروف
ہو جاتے ہیں۔ مدرسہ کی شان اچھی ہے۔ مگر طرز تعلیم ترمیم کے قابل ہے۔ ایک مدرس ہمارے شناسا
بھی نکلے۔

یہاں سے ہم تنہا محفوظ علی صاحب کے مکان پر کالبادیوی بازار میں گئے۔ اور ڈھائی گھنٹہ نہایت دلچسپی سے بسر کئے۔ یہاں پروفیسر محمد عباس ایم۔ اے سے ملاقات ہوئی۔ یہ ہم سے ملنے کے خواہاں تھے۔ اور محفوظ علی صاحب کے ذریعہ خواہش ملاقات کی تھی۔ ان کا مکان ہاپوڑ ضلع میرٹھ ہے ننھیال کا تعلق مولوی عبداللہ صاحب ساکن عرب سرائے سے ہے۔ بہت لائق فائق آدمی ہیں۔ عربی میں اعلیٰ قابلیت ہے۔ اور ایک کتاب لطائف وظائف عرب پر لکھی ہے جسکے مختلف حصے ہیں۔ اور نہایت ہی دلچسپ۔ واپس آئے اخبارات پڑھے۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام کی طرف گئے بازاروں کی رونق دیکھ کر واپس آئے۔ اور سو گئے۔

جمعہ ۲۳۔ اگست ۱۹۱۸ء

آج صبح حوائج سے فارغ ہو کر ناریل پونم کا میلہ دیکھنے قلعہ کے میدان میں گئے۔ یہ میلہ غالباً اس دن ہوتا ہے۔ جبکہ ہماری طرف کلائی میں راکھی باندھی جاتی ہے۔ سو پہر کو میلہ کی تیاری تھی دکانوں کو آراستہ کیا جارہا تھا۔ جگہ جگہ میلے کے ٹھاٹ جم رہے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ مرہٹہ قوم کے گروہ عورت مرد جگہ جگہ بیٹھے گا رہے تھے۔ مرد گاتے ہیں۔ اور طبلہ بجاتے ہیں۔ عورتیں گاتی ہیں اور منجیرے بجاتی ہیں۔ مگر منجیرے بجانے کی نرالی طرز ہے منجیرے کی درمیان ڈوری ہاتھ کی انگلی میں اس طرح لپیٹ لی جاتی ہے کہ ایک منجیرہ انگلیوں سے ہتھیلی کی طرف لگجاتا ہے۔ اور ڈوری کے دوسرے سرے کا منجیرا بھر بھرا کر چڑھے ہوئے منجیرے پر مارا جاتا ہے منجیرے دونوں ہاتھوں میں مذکورہ طرز سے اس سبکی کے ساتھ بجائے جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ طبلہ کی گت پر منجیرہ اڑتا ہے اور بجتا ہے۔ عورتیں ہاتھوں کی حرکت عجب مضحکہ خیز مگر دلچسپ پیرایہ میں دکھاتی ہیں۔ یہ لوگ بھکاری معلوم ہوتے ہیں۔ سامعین پیسہ دے رہے تھے۔ یہ سیر دیکھ کر اسی میدان میں میچ دیکھنے گئے۔ ہندو اور پارسی کا مقابلہ تھا۔ ہزاروں آدمی تماشائی تھے کرکٹ سے چونکہ ہم کو واقفیت نہیں دلچسپی نہ ہوئی۔ اور دو بجے کے قریب واپس چلے آئے۔ راستہ میں سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر چند ساعت قیام کیا۔ اور پھر مکان پر آ گئے۔

یہاں ہڈف صاحب کے یہاں سے عمدہ پلاؤ آیا تھا۔ سب نے مگر خوب کھایا گھی کا پلاؤ۔ اور نہایت مزیدار کھانے سے فارغ ہو کر ہم ہڈف صاحب کاتب عبدالصمد صاحب ممتاز صاحب مع قاسم بیگ صاحب مع سردار کے میلہ دیکھنے گئے۔ اب مجمع خوب تھا۔ ہزاروں دکانیں اور لاکھوں آدمی سیر کرتے ہوئے سمندر پر گئے۔ جہاں پوجا ہو رہی تھی۔ سینکڑوں آدمی ناریل اور پھول سمندر میں ڈال رہے تھے۔ پولیس کا کشتیوں میں پہرا تھا۔

موسم نہایت ٹھنڈا تھا۔ بارش بند۔ دس بجے واپس آئے اور سو گئے۔ بفضلہ صحت اچھی ہے۔

شنبہ ۲۴ - اگست سنہ ۱۹ء

آج صبح کھانا کھا رہے تھے کہ سید محفوظ علی صاحب تشریف لائے اور جہاز پر لے چلنے کی خواہش کی۔ تعجب مات کہ ہم ہڈف صاحب سے صبح جہاز پر چلنے کی باتیں کر رہے تھے۔ خواب بھی ایسا ہی دیکھا تھا۔ جلدی فارغ ہو کر سید صاحب کے ہمراہ ان کی دکان پر گئے۔ اور وہاں سے انگلش ہوٹل یہاں پٹنہ کے ایک رئیس ظہور عالم صاحب قیام پذیر ہیں۔ ان کے لڑکے ولایت جائیں گے۔ آج میل کے جہاز میں روانگی ہے۔ سید صاحب نے ہم کو ان سب سے ملایا۔ گاڑیوں میں سوار ہو کر گودی پہنچے۔ راستہ میں کوسیٹ کا مسافر خانہ جو حاجیوں کے لئے ہے دیکھا۔ وارڈی بندر کی گودی میں جو پی اینڈ او جہاز کمپنی نے عارضی بنا رکھی ہے پہنچے۔ وہاں ظہور عالم صاحب نے ہم کو پھولوں کے ہار دئے۔ کہ ان لڑکوں کے گلے میں ڈال دیجئے۔ کل چھ طالب علم تھے۔ دو خود ظہور عالم صاحب کے فرزند اور چار دوسرے عزیز رشتہ دار۔ ہم نے ہار ڈالے اور سب کو علیحدہ علیحدہ دعا دی۔ ڈاکٹری معائنہ کے بعد لڑکے لانچ پر سوار ہوگئے کیونکہ جہاز گودی میں پانی کی کمی کے سبب نہیں آسکتا۔ چند انگریز مسافروں کے علاوہ ایک پارسی لڑکا اور ہندو آج کشور لڑکا بھی تھا۔ یہ ہندو لڑکا امریکہ جاتا ہے شاید کشوری لال نام ہے۔ لکھنؤ کا باشندہ۔ باپ پہنچانے آیا تھا جس وقت لانچ کنارہ سے الگ ہوا رخصت کرنے والوں کے آنسو نکل آئے۔ باپ بیٹوں کو دیکھ کر رو رہے تھے اور بیٹے سفر کے شوق میں بشاش خوش و خرم جا رہے تھے۔ لانچ آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ دل پر عجب حسرت کا عالم تھا۔

عبدالغنی رئیس پٹنہ خلف امجد علی صاحب مدظلہ و عالم صاحب چاہتے تھے کہ اس جماعت کے ہمراہ ولایت جائیں مگر ابھی شادی ہوئی ہے رو کے گئے۔ اس لئے بے اختیار روتے تھے۔ جانے والے لڑکوں میں وحید عالم نے ہمارے دستخط اپنی نوٹ بک میں لئے۔ کچھ دیر گودی میں قیام کر کے واپس آئے اور سید محفوظ علی صاحب کی سعی سے ایک جہاز کی اندر سے سیر کی۔ یہ انگریزی بہت بڑا جہاز تھا جیتے جیتے دیکھا ایک آراستہ پیراستہ عالیشان محل ہے۔ پھر جرمنی جہاز بھی دیکھا مگر وہ کچھ زیادہ اچھا نہیں۔ جاپانی جہاز بھی دیکھا۔ واپس آئے۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ اور دس بجے تک بات چیت کر کے واپس آئے۔ اور سو گئے۔

یکشنبہ ۲۵۔ اگست ۱۹۱۰ء

آج بارش پھر شروع ہے۔ امام جی صاحب خاکسار صاحب۔ بھائی صاحب و برمرزا صاحب کو خطوط لکھے۔ اور بارش کے سبب کہیں نہ جا سکے۔ شام کو چوپاٹی گئے۔ آٹھ بجے واپس آئے کھانا کھایا اور سو گئے۔ طبیعت اچھی ہے کل شملہ کو راجہ نوشاد علی صاحب کا خط آیا۔ امید ہے کہ وہ بھی بمبئی آئیں۔

دوشنبہ ۲۶۔ اگست ۱۹۱۰ء

بارش کا سلسلہ متواتر بہت جاری ہے۔ دوپہر تک کہیں نہ گئے۔ ۳ بجے ممتاز علی صاحب کے ہمراہ عمر کھاڑی کے ڈاکخانہ میں گئے۔ ابو سعید الکتاب باشیر ازی کی مکان پر جا اسپ ناسعد یات کیا۔ فارغ ہو کر سید محفوظ علی صاحب کے پاس گئے۔ بات چیت کر رہے تھے۔ کہ مدراس کے ایک صاحب عنایت حسین صاحب نامی مع ایک افغانی حبیب اللہ خان علیگڑھ کالج طالب علم کے تشریف لائے۔ گھوڑ دوڑ کے لئے آئے ہیں۔ ان کو اس میں بہت شوق ہے۔ ہوشیار اور ذی شان آدمی ہیں۔ تعلیمی کمیٹی مدراس میں بیٹھے ہیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر سمندر پر گئے۔ کچھ دیر ہوا خوری کر کے واپس آئے اور مولوی عبدالرؤف خان صاحب سے انجمن ضیاء الاسلام میں ملاقات کر کے مکان پہ آئے۔ آج خدا کے فضل سے ہماری صحت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

سہ شنبہ ۲۷۔ اگست ۱۹۱۰ء

آج ۳ بجے تک مکان پر رہے۔ اسکے بعد چوپاٹی پر گئے۔ سات بجے تک قیام کیا۔ موسم خوشگوار تھا۔ واپس آئے اور خوش وخرم آرام کیا۔

چہارشنبہ ۲۸۔ اگست ۱۹۱۰ء

آج زکام کی شکایت ہے۔ صبح سے دوپہر تک کہیں نہ گئے۔ دوپہر کو جناب سید محفوظ علی صاحب کا آدمی بلاوا لیکر آیا۔ مگر ہم نے ۳ بجے کا وعدہ کہلا بھیجا۔ تین بجے گئے۔ ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے تاج محل ہوٹل دکھانے کے واسطے بلایا تھا۔ وہاں آجکل علی گڈھ کالج کے مشہور لائق قابل طالب العلم سید محمد علی صاحب آکسن ایم۔ اے۔ افسر محکمہ افیون ریاست بڑودہ مقیم ہیں۔ ان سے ملنے گئے۔ واہ ہوٹل کیا ہے ایک تماشاگاہ یا آراستہ شاہی محل ہے۔ پانچویں منزل کے بالاخانہ پر ہمارا مقصود تھا۔ سید صاحب نے ایک بٹن دبایا۔ فوراً ایک چکر کی سی آواز پیدا ہوئی۔ اور ساٹن کھٹولا لئے ہوئے ایک آدمی آسمان سے زمین پر آیا۔ سرخ مخملی کوچ پر جو کھٹولے میں رکھی تھی ہم بیٹھ گئے۔ ہمارا بیٹھنا کہ کھٹولے کے موکل نے منزل دریافت کی کہا گیا۔ پانچویں منزل حکم ملنا تھا کہ موکل نے ایک اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی کھٹولا اڑا۔ اور اس تیزی سے کہ سناٹا آتا تھا۔ راستہ میں دوسری۔ تیسری چوتھی منزلوں کے خوبصورت نظارے ہوتے گئے۔ یا تو زمین پر تھے یا دفعتاً میں پانچویں آسمان پر لگے دیکھا کیسی بہار۔ تمام مقامات میں چھوٹے چھوٹے رنگ برنگ چینی کے ٹکڑے کا فرش ہے۔ مسافر کیلئے ہر قسم کا سامان آسایش۔ سمندر کا کنارا اور ایسی وسیع عمارت کہ کم از کم پانسو کمرے ہوں گے یہاں امیر لوگ قیام کرتے ہیں۔ یا انگریز کیونکہ چارج زیادہ ہے۔ یہ ہوٹل ٹاٹا پارسی کا ہے ‫.‬

افسوس محمد علی صاحب نہ ملے۔ صاحبزادہ سلطان احمد صاحب چیف جج بھی آج ہی آئے ہیں اور راجہ گولا پار بھی۔ واپسی میں اسی اڑن کھٹولے میں جسکو لفٹ کہتے ہیں بیٹھ کر نیچے اترے ‫.‬

سید صاحب نے تمام ہوٹل کی سیر کرائی۔ ہر ریلوے کمپنی کے ٹکٹ گھر ڈاکخانہ تارگھر۔ ہوٹل میں موجود ہیں۔ مسافر کو تلاش کی ضرورت نہیں۔ سید صاحب سیلون کے ایک مسلمان سوداگر کے پاس لیگئے

یہ ہوٹل میں ہندوستانی وضعوں کی مشہور دستکاریوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ظروف و زیور اور ہر قسم کا آرائشی سامان۔ سوداگر نوعمر اور خلیق آدمی ہیں۔ یہاں سے رخصت ہو کر انگریز حجام کی حجامت دیکھی اور بے اختیار اپنے دیہات کے سڑے بُسے حجام یاد آ گئے۔ ایک وہ ہیں اور ایک یہ کہ حجام نہیں نواب معلوم ہوتے ہیں۔ دکان ایک آراستہ محل ہے۔ یہاں سے نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ نواب سردار علی۔ مولوی عبداللہ احمد۔ محمد علی صاحب ایم اے موجود تھے۔ بات چیت کے بعد سید محفوظ علی صاحب اور ہم محمد علی صاحب کی گاڑی میں چوپاٹی پر گئے۔ کچھ دیر سیر کرکے ہم نے علیحدگی کی اجازت لی۔ اور تنہائی میں سیر کرکے مکان پر واپس آئے۔ کھانا کھا کر سو گئے ✦

پنجشنبہ ۲۹۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج صبح قاضی کبیرالدین صاحب کے پاس گئے۔ وہ موجود نہ تھے۔ ان کے اورنگ آبادی عزیز ملے۔ جو کئی گھنٹہ باتیں کرتے رہے۔ یہ ہماری خانقاہ کے حالات سے خوب واقف ہیں قاضی صاحب آئے۔ اور ان سے ملاقات کرکے ہم مکان پر واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ ملتے میں مولوی محمد یوسف کھٹکھٹے کا آدمی بلانے آیا۔ گئے۔ بہت اخلاق سے پیش آئے۔ اور عجیب و غریب قلمی کتب و قرآن شریف دکھلائے۔ یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا قرآن شریف دیکھا اور ایک قرآن شریف خواجہ حضرت بہاؤالدین نقشبند کے پڑھنے کا جس پر انکی یادگار تسبیح کی بعینہٖ قرآن شریف بادشاہ کا ہے اس کی کر نرمی دیکھی۔ مولانا صاحب موصوف بڑے ذی علم اور نیک شوقین علم دوست مسلمان ہیں۔ واپس آ کر چوپاٹی گئے۔ اور سات تک وہاں رہے۔ آٹھ بجے مکان پر آئے۔ کھانا کھا کر سو گئے ✦

جمعہ ۳۰۔ اگست ۱۹۰۷ء

کھانے سے فارغ ہو کر ڈاک کے جہاز اور اسکے مسافروں کو سیر کرنے گئے۔

دس بجے ستارہ جہاز کشتیوں میں مسافر آئے۔ انگریز زیادہ ہیں دیسیوں میں راجہ الور بھی تھے۔ عجب دلچسپ بہار تھی۔ بارہ بجے واپس آئے۔ ایسے تھک گئے تھے

کہ پھر کہیں نہ گئے کچھ نہ کام کے سبب جی خراب تھا۔ شام کو انجمن دعوۃ الاسلام کے جلسہ میں گئے وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے واپس آکر کملی شاہ صاحب سے ملے۔ دو بجے تک نیند نہ آئی۔ عجب خلجان تھا۔ صاحبزادہ لطیف الدین صاحب کو خط لکھا۔ اور سو گئے نزلہ کی شکایت باقی ہے ◆

شنبہ ۳۱۔ اگست ۱۹۰۷ء

خدا کے فضل سے آج طبیعت اچھی ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ماڑی بندر پر گئے۔ تاکہ ولایت جانے والے مسافروں کی سیر کریں۔ اول حیدرآباد کے مسلمان اور ایک پارسی مع چند انگریزوں کے روانہ ہوئے۔ دوسری بار مہاراجہ بڑودہ کے بچے اور چند انگریز گئے ◆

یہ دو بچے تھے ایک تقریباً پندرہ سال کا جو راجہ بڑودہ کا فرزند معلوم ہوتا تھا بہت ہی مشابہ تھا ان کی صورت سے۔ ایک زرین انگرکھا پہنے ہوئے تھا اور سر پر آڑا دوپٹہ۔ چہرہ سے آثار اقبال و دانش مندی عیاں تھے۔ دوسرا بچہ غالباً کوئی قریبی رشتہ دار تھا۔ جو عمر میں کم۔ مگر بدقسمتی میں زیادہ نظر آتا تھا۔ بشرہ سے حسد اور چالاکی نمایاں تھی۔ ایک انگریز جو جرمنی خط و خال کا آدمی ہے ان لڑکوں کے ہمراہ تھا۔ گو وہی تک ریاست کے اہلکار ہمراہ آئے تھے۔ یہ بچے خوشی خوشی لانچ پر سوار ہو گئے۔ مگر ہم کو اسی وقت کشفی حالت عرصہ کے بعد پیدا ہوئی۔ اس ہندوزادے کی نسبت عجیب و غریب اسرار سامنے آئے۔ کہتے ہیں یہ راجہ بڑودہ کا بھتیجا ہے۔ ہوگا مگر اوندہ بالکل راز۔ ابھی اور مسافروں کے آنے کی امید تھی۔ لیکن ہم خاص حکم کے سبب جو قلب پر بار بار ہو رہا تھا۔ فوراً واپس چلے آئے۔ سید محفوظ علی صاحب کے دکان پر کچھ دیر ٹھیرے۔ قریشی صاحب کے بھائی موجود تھے۔ جو سید صاحب کے ہمراہ دکان میں شریک ہیں۔ بات چیت ہوتی رہی۔ دل لگا۔ چلے آئے۔ شام کو مسٹر حبیب الرحمٰن صاحب نامہ نگار پیسہ اخبار کے ہمراہ چوپاٹی گئے۔ آٹھ بجے واپس آئے۔ کبھی بارش کی پھوار آجاتی ہے۔ ہیضہ کی شہر میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ رات کو بارہ بجے تک نیند نہ آئی ◆

یکشنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء

حوائج سے فارغ ہو کر حسب وعدہ آغا فتح علی صاحب کے پاس گئے۔ یہ ایک سن رسیدہ آدمی ہیں۔ دفتر میں آتے رہتے ہیں۔ آغاخان صاحب اول کے مقبرہ کی سیر کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم گئے اور ان کو ہمراہ لیکر مج گاؤں پہنچے۔ ایک وسیع احاطہ میں یہ خوبصورت مقبرہ ہے سنگ مرمر کا ۲ گز بلند چبوترہ ہے۔ اس پر گنبد قائم ہے۔ سنہری کلس ہیں۔ فرش مختلف رنگ کے پتھروں کا ہے۔ سنگ مرمر اور سنگ سیاہ وغیرہ کا۔ گنبد کے اندر ایک اور سنگ مرمر کی خوبصورت راوٹی ہے۔ اور اسمیں تین قبریں ہیں ایک شا ندآ آغا حسن علی شاہ جد آغاخان صاحب حال کی ہے۔ اور دو کی نسبت ٹھیک معلوم نہیں۔ اس گنبد کے کواڑ چاندی کے ہیں۔ باقی مفصل حالات دوبارہ سیر میں لکھے جائیں گے۔ کیونکہ ہم کو اندر جانے کی اسوقت اجازت نہ ملی تھی واپس آکر کچھ دیر آرام کیا شام کو اپالو بندر پر گئے اور وہاں سے ہندوستان پر ٹہیرے۔ قریب شام دو پیسہ کا ٹکٹ گرانٹ روڈ تک لیکر ریل میں سوار ہوئے اور دو سٹیشن چھوڑ کر تیسرے پر جو چوپاٹی کے قریب تھا اتر آئے۔ چوپاٹی پر عجب بہار تھی۔ کچھ دیر آرام کیا۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ مکان پر آگئے۔ ہاں یاد آگیا کہ صبح جب آغاخان کا مقبرہ دیکھ کر واپس آئے تو قاضی کبیر الدین صاحب کا مکان راستہ میں تھا چلے گئے۔ قاضی صاحب تو نہ تھے۔ ان کے ماموں شاہ غیاث الدین صاحب سجادہ نشین شاہ غریب اللہ صاحب (جو حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کے خلیفہ تھے) ملے ہوشیار۔ اور ذی علم آدمی ہیں۔

دوشنبہ ۲۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء

آج جی نڈھال ہے۔ کھانا کھایا۔ مگر باہر جانے کی ہمت نہ پڑی۔ لیٹ گئے اور سو گئے ۲ بجے بیدار ہوئے۔ طبیعت اور بس اور پریشان تھی۔ وکیل کے لیے "بالکل غلط" مضمون لکھا سلطان الاخبار کے واسطے اللوا سے ترجمے کئے۔ اتنے میں مولوی محمد یوسف کٹشکے کا آدمی لینے آیا۔ گئے ملاقات ہوئی واپس آئے۔ اور کھانا کھا کر گیلی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ وہاں مولوی عبد الصمد صاحب آگئے۔ ان کے ہمراہ نظامی صاحب کے یہاں گئے۔ اور مولوی صاحب سے جو تخلیہ کی باتیں مد نظر تھیں کیں

واپس آئے۔ اخبار پڑھا۔ کچھ لکھا۔ اور سو گئے۔ آج بھی پریشانی سے دن تمام ہوا +

سہ شنبہ ۳ ستمبر ۱۹۰۷ء

ستمبر ستم ڈھانے آیا ہے۔ آج بھی اداسی پریشانی بے سبب دل کی الجھن۔ زمانہ کی گردش چار بجے تک پڑے رہے۔ شام کو جوہاٹی گئے۔ واپس آئے جی بھاری اور طبیعت خراب ۲ بجے رات تک نیند نہ آئی۔ بارش بند ہے دھوپ صاف ہے مگر کبھی کبھی بے سان گمان چپ چاپ مینہ آجاتا ہے۔ یہاں بارش کا عجب دستور ہے۔ نہ کڑک ہوتی ہے نہ چمک چپ چاپ تشریف لے آتی ہیں +

چہار شنبہ ۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

وہی حالت مصیبت ختم نہیں ہوتی۔ آج خلاف معمول دعا بھی کی مگر جواب ندارد ۳ بجے مولوی یوسف صاحب کیمٹلے پاس گئے۔ بات چیت کر کے سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے + سید صاحب تو نہ تھے۔ مگر اُن کے شریک مسٹر رضا الحق اور ان کے برادر خورد فصیح الحق تھے۔ عجب دکان ہے داخل ہوتے ہی کلفت و پریشانی غائب ہو گئی۔ اور ایک طرح کی راحت میسر آئی۔ اتنے میں سید محفوظ علی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ واہ واہ۔ آہ آہ کشفی نزول اس زور شور سے شروع ہوا کہ نہال ہو گئے۔ اور پھر ویسی ہی پر اسرار باتیں فصیح الحق کو حقدار شاہ کا خطاب دیا۔ دوران گفتگو میں مسٹر غلام محی الدین آزاد تشریف لے آئے۔ اور ان کے ہمراہ مسٹر روم بھی تھے۔ یہ آزاد صاحب نوعمر شوخ چشم لائق اور علم دوست کوئی ہیں علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ اور اب ولایت جاتے ہیں۔ ہم کو مدت سے جانتے ہیں۔ کل اپنے بھائی خانہ پر مدعو کیا ہے وہ گئے۔ اور ہم پھر سید صاحب سے مزیدار باتیں کرنے لگے

اب کیفیت زیادہ بگڑی۔ قریب تھا کہ اٹھ کر رقص کرنے لگیں مگر طبیعت کو روکا جس کا برا اثر ہوا اور تمام جسم میں تکلیف اور بے کلی پیدا ہو گئی +

سید صاحب کے ہمراہ واپس آئے۔ تمام راستہ وہی کیفیت طاری رہی۔ مکان کے پاس سے سید صاحب

کو اور حقدار شاہ کو رخصت کیا۔ اور آکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد سیر کرنے گئے اور حکیم سید عبدالرحیم صاحب بجے پوری کے پاس دیر تک بیٹھے رہے وہاں بھی وہ کیفیت موجود تھی۔ واپس آئے ۳ بجے تک نیند نہ آئی۔ مگر واہ کیا پرلطف وقت گزرا +

پنجشنبہ ۔ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء

الحمدللہ آج ہر طرح حالت اچھی ہے۔ غسل کیا کپڑے بدلے۔ کھانا کھایا حکیم سید عبدالرحیم صاحب کے پاس گئے۔ امام جی صاحب کا خط آیا۔ راجہ نوشاد علی خان صاحب اور بابو فخرالدین صاحب کے پاس سے بھی حکیم سید عبدالرحیم صاحب تشریف لائے۔ اور ان کے ہمراہ سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ نماز مغرب یہیں پڑھی۔ مگر واہ کیا مزیدار نماز بعد نماز حکیم صاحب تشریف لے گئے۔ ہم سید صاحب اور مسٹر رضا الحق صاحب بھی مسٹر آزاد کے بھائی خانہ پر دعوت کھانے گئے۔ پارسی کی مورت کے پاس بھائی کلہ میں مکان تھا اور اچھا۔ تصویریں دیکھیں۔ پھر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد فونوگراف باجہ سنا۔ دس بجے واپس آئے۔ خدا کے فضل سے آج کا دن ہر پہلو سے راحت و مسرت کا گزرا۔ اور اسکی کریم ذات سے امید ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی گزارے گا۔ آج حسب ذیل خط لکھے برادر محمد صادق امام صاحب۔ راجہ نوشاد علی خان صاحب بھائی صاحب۔ آج اعجاز القرآن کا وی۔ پی حیدرآباد سے آیا +

جمعہ ۶۔ ستمبر ۱۹۰۷ء

الحمدللہ آج بھی ہماری صحت بحال ہے۔ جہاز پر جانا تھا مگر نہ جا سکے۔ دوپہر کو سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ بھائی صاحب کو پارسل روانہ کرایا۔ جانمازیں خریدیں بات چیت کی واپس آئے۔ اور ممتاز صاحب و کاتب صاحب کے ہمراہ رانی باغ گئے خوب سیر کی واہ کیا بہار تھی۔ واپسی میں انجمن ضیاء الاسلام گئے اور مولوی عبدالرؤف خان صاحب سے ملاقات کیا۔ واپس آکر کھانا کھایا اور سو گئے۔ بارش آج پھر شروع ہے +

شنبہ ۷ ستمبر ۱۹۰۷ء

بفضلہ صحت عمدہ ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر خطوط لکھے اور گیارہ بجے کے بعد
واڑی بندر پر گئے۔ جہاز روانہ کرنے آج عین وقت پر پہنچے۔ عنایت اللہ ایم۔ اے امرتسری
اور ان کے والد ملے۔ یہ طالب علم امسال پنجاب میں فسٹ کلاس آیا تھا۔ اب ولایت جاتا
ہے۔ آج بہت مسافر گئے ہیں، خصوصاً آغاخان صاحب کے کوئی
عزیز جن کے پہنچانے کو بڑی جماعت مغلوں کی آئی تھی۔ مگر واہ کیا دلچسپ نظارہ تھا۔ مغلوں میں
ایک سوح آشنا نظر آئی ۔

دل نے اسکی آنکھوں سے خیریت دریافت کی۔ اور خوش کن جواب پایا۔ بیچاری کچھ دن
تو اس عالم میں شادکام رہی مگر اب رخصت کے وقت ذرا پریشان ہے۔ عنایت اللہ صاحب کے
والد کے ہمراہ واپس آئے یہ صاحب جے جے ہسپتال کے سامنے نئی چال میں سفیر کابل کرنل
غلام رسول خان کے پاس مقیم ہیں۔ یہاں سے موتی سیٹھ کی چال میں آئے۔ مولوی جواد حسین
صاحب نے روٹی اپنے ہاتھ سے گرم کرکے کھلائی۔ سوڈا پلایا۔ اور عالمانہ باتیں سنائیں
ایک بجے واپس آئے اور سو گئے۔

یکشنبہ ۸ ستمبر ۱۹۰۷ء

آج بھی الحمدللہ ہماری صحت عمدہ ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر خطوط لکھے اور العزیز آگرہ
کو "میرا اینگ" مضمون لکھا۔ دوپہر کو منشی عطا محمد پنشنر کلرک آف دی کورٹ۔ امرتسر سے
ملنے سفیر کابل کے مکان پر گئے وہ سوتے تھے واپس آئے۔ دوبارہ چار بجے گئے۔ ملاقات ہوئی
اور سفیر کرنل غلام رسول خاں سے بھی ملے۔ منشی عطا محمد کا لڑکا عنایت اللہ ایم۔ اے کل ولایت
گیا ہے جسکی بابت کل درج ہو چکا ہے ۔

یہاں سے چوپاٹی گئے۔ خوب بہار تھی۔ حکیم عبدالوہاب صاحب مل گئے۔ ان کے ہمراہ
گاڑی میں پادری حسام الدین صاحب کے پاس گئے۔ یہ بوڑھے عیسائی پالن پور کے رہنے والے

اور علم دوست آدمی ہیں۔ ہم کو جانتے تھے۔ کشف الحقائق کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ آدمی خلیق ہیں تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے۔ اور حکیم صاحب کے ہمراہ ان کے مکان پر گئے۔

یہ حکیم صاحب بیس برس سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ مطب اچھا چلتا ہے چھوٹا سا بچہ مسیح الزمان قدسی کیا ہی پیارا بچہ ہے۔ دو لڑکے ہیں حکیم صاحب آدمی ہوشمند معلوم ہوتے ہیں۔ واپس آ کے کھانا کھایا۔ باجہ بجایا۔ بارش خوب ہو رہی ہے۔ ٹھنڈک میں سو گئے۔

دوشنبہ ۹۔ ستمبر ۱۹۰۷ء

خدا کے فضل سے آج بھی صحت اچھی ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ وکیل کمپنی کو پندرہ روپے بھجوا دیئے وہاں سے حسب وعدہ حکیم عبدالوہاب کے مکان پر آئے حکیم صاحب نے دعوت کی تھی۔ یہ حکیم صاحب علی گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ اور بیس برس سے یہیں بمبئی میں مومن محلہ میں رہتے ہیں۔ یہاں ان کے چند احباب بیٹھے تھے۔ ہمارے مضمون رام و کرشن کا تذکرہ ہوا۔ رڑول کے مولوی صاحب جو یہاں ایک مدرسی کے امیدوار ہیں۔ کچھ خلاف میں بیان کرتے رہے۔ اور ہم اسکے نرم جواب دیتے رہے۔ پھر ایک اور صاحب تشریف لے آئے۔ اس کے بعد حکیم حبیب اللہ صاحب آئے جو نارنول یا پٹیالہ کے باشندے ہیں۔ پہلے یہاں مطب شروع کیا وہ کام نہ چلا تو حاجیوں کی دلالی شروع کی۔ اسمیں بھی ناکامی ہوئی۔ تو اب متفرق اشغال سے روٹی کماتے ہیں۔ معمولی قد کے گورے چٹے آدمی ہیں۔ ڈاڑھی خشخاش ہے بشرہ سے شرارت اور مفسدہ پسندی مترشح ہے۔ آتے ہی رام و کرشن کے مضمون میں دخل دینا شروع کر دیا۔ اور فوراً دو ہی فقروں کے بعد ہماری ذات کی نسبت مغلظات بکنے لگے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ ہم انکو جواب دینگے مگر ہم نے فقرات مضحکہ انگیز میں ٹالنا چاہا۔ وہ اور دلیر ہوتے گئے۔ لیکن عالم یہ تھا کہ منہ سے کف جاری تھے۔ اور تمام بدن کانپ رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکلے پڑتے تھے۔ جب ہم نے ان کی حالت غیر دیکھی خاموش ہو گئے۔ اور ان سے جہاں تک ہو سکا گالیاں بکتے رہے۔ فراغت کے بعد چلنے لگے تو ہم سے گستاخی کی معافی اور مصافحہ چاہا۔ ہم نے چونکہ

محسوس کر لیا تھا۔ کہ یہ معافی بھی ایک طرح کی چھیڑ ہے۔ اسلیئے انکار کیا۔ بہت بگڑے۔ اور بکتے جھکتے چلے گئے۔ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں حکیم عبدالوہاب کی مرضی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال خدا پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا۔ دو کے قریب کھانا کھایا اور واپس آئے۔ پھر سید صاحب کی دوکان پر گئے۔ رضا شاہ سے باتیں ہوتی رہیں عبدالحسین صاحب تشریف لائے۔ اور پروفیسر عباس سے ملاقات ہوئی۔ واپس آئے۔ شیخ عبدالقادر صاحب کا خط پایا چوپاٹی گئے۔ گیاس کی دو لالٹینوں میں نیا چاند دیکھا۔ خدا مبارک کرے۔ چوپاٹی پر دہلی کے دو ہندو دوست ملے۔ ان میں سے دو شخص ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ چوپاٹی سے فرخ صاحب کے ہاں اور انجمن ضیاء الاسلام میں ہوتے ہوئے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ خیالات کی یادداشت لکھی۔ اور سو گئے۔ بارش آج بند ہے۔ موسم میں دن کے وقت گرمی ہوتی ہے۔ رات کو خنکی۔ موسمی بخار شروع ہیں۔ خدا ہم کو اس بلا سے بچائے۔ آمین +

سہ شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء

آج صبح حوائج سے فارغ ہو کر انگریزی کتاب پڑھتے رہے۔ بارہ بجے سو گئے ۲ بجے سید صاحب کی دکان پر گئے رضا شاہ ملے۔ چار بجے تک بات چیت کرتے رہے اسکے بعد جامع مسجد گئے۔ اور کتب خانہ میں کتابیں دیکھیں اول ایک مکتوب حضرت خواجہ نیرنگ کا خواجہ قطب صاحب کے نام دیکھا۔ پھر رسالہ نشاط العشق عبد اللہ بن حسن بن علی الکمل الجیلانی کا جو حضرت غوث الاعظم کے کلمات کی شرح میں ہے۔ دیکھا۔ یہ ذات باری سے مکالمہ ہے۔ جو شانہٗ عالم کشف میں حضرت غوث کو پیش آیا۔ حضرت غوث ذات کو مخاطب کر کے کچھ سوال فرماتے ہیں وہاں سے جواب ملتا ہے۔ یہ جواب انسان کی بلند شان ظاہر کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ یہ رسالہ چھپ گیا ہے +

ایک اور رسالہ ناطقیہ دیکھا۔ جس میں تصوف اور اخلاق کو ۲۲ نمبر میں بیان کیا ہے دوران مطالعہ میں جناب مولوی محمد یوسف صاحب تشریف لے آئے۔ ان کے ذریعہ سے

عجیب و غریب کتابیں دیکھنے میں آئیں۔ مثلاً سید عبدالواحد بلگرامی کی شرح کافیہ جو بالکل تصوف میں کی گئی ہے۔ اور ایک کتاب جس کے ہر صفحہ پر چار کتابیں۔ مثلاً اگر یونہی مسلسل پڑھیں تو ایک کتاب اور پہلے حروف نیچے تک ملاتے جائیں۔ تو دوسری کتاب اور درمیانی حروف ملائیں تو تیسری اور آخری ملائیں تو چوتھی۔ اسطرح علیحدہ علیحدہ علوم میں چاروں کتابیں مرتب ہو جاتی ہیں۔ عجیب کتاب ہے۔

واپسی میں ایک جوتی خریدی اور دفتر میں آکر کھانا کھایا یہاں ممتاز صاحب کے ہمراہ گرانٹ روڈ گئے اور آئس کریم کھائی۔ وہاں سے پادری حسام الدین صاحب کے پاس گئے۔ بیچارے منتظر تھے۔ ملے۔ بڑے خلق کے آدمی ہیں۔ ایک گھنٹہ گفتگو کر کے واپس آئے۔ اور چشتیہ پالیسی ہند میں مضمون لکھا۔ الحمد للہ صحت اچھی ہے۔ بارش نہیں ہے۔

چہارشنبہ۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۸ء

آج صبح غسل و کھانے کے بعد مطالعہ اخبار و کتب انگریزی میں مصروف رہے۔ اسکے بعد کچھ سوئے۔ ۲ بجے آگرہ سے مولوی سعید احمد کا منی آرڈر آیا سید صاحب کی دکان پر گئے رضا شاہ سے ملکر کتب خانہ محمدیہ میں گئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کی کتاب مالابد فی التصوف کی نقل شروع کی کتاب خانہ کی طرف سے مولوی شاہ ولایت حسین الہ آبادی کو سفارشی خط لکھا۔ ان کے پاس مولانا علی مہائمی کی کوئی کتاب ہے کتب خانہ اسکی خواہش رکھتا ہے۔ واپس آئے۔ اور میاں ممتاز کے ہمراہ کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ وہاں سے ہم اکیلے چوپاٹی گئے۔ کچھ دیر قیام کیا۔ عجب مفرح صاف ہوا ہوتی ہے یہاں نہ آئیں تو بیمار ہو جائیں۔ بمبئی کا اندرون بڑا کثیف ہے۔ واپس آئے کھانا کھایا اسکے بعد مولوی جواد حسین صاحب کے پاس گئے اور باتیں کیں۔ مولوی صاحب دوبارہ ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نہ تھے اسلیئے ہم نے خود سبقت کی۔ بارہ بجے واپس آئے۔ اور سو گئے موسم اچھا اور الحمد للہ صحت بھی درست ہے۔ رات کو ہمارے پاؤں کی ایڑی چڑھنے

کثر ڈالی تکلیف ہے۔ جنرل ڈکسن کا خط آیا +

پنجشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج بفضلہ صحت عمدہ ہے۔ فارغ ہوکر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ سید صاحب اور سید محمد علی صاحب آکسن دونوں آج ہی تشریف لائے ہیں ملاقات ہوئی۔ محمد علی صاحب سے دوبارہ معانقہ ہوا وہ ہم سے ملنے کے مدت سے طلبگار رہے تھے۔ مگر باوجود میل ملاقات کے انہیں ہماری پوری کیفیت معلوم نہ تھی ۳ بجے پادری حسام الدین صاحب کے پاس گئے۔ مزیدار چار پی واپس ہوکر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ اور آٹھ بجے واپس آئے۔ سید صاحب کی دکان کے برابر ایک ذی علم و ذی فہم خوجہ سے ملاقات کی۔ موسم ذرا گرم ہے رات کو ہوا صاف نہیں رہتی

جمعہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

حوائج سے فارغ ہوکر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ جنرل ڈکسن کو خط لکھوایا غالب صاحب کو پکیٹ بھجوایا۔ اتنے میں سید صاحب اور محمد علی صاحب بھی آگئے۔ بات چیت رہی اور مدراسی بے موسم کے آم کھائے گئے ۲ بجے جامع مسجد گئے۔ اور کچھ تھوڑا سا رسالہ مالابدہ نقل کیا واپسی میں خبردار آفس گئے۔ مسٹر پٹیل ملے۔ اسکے بعد مکان پر آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ کھانا کھایا اور پھر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے مسٹر رضا شاہ اور دوسرے ایک اور صاحب کو لیکر سٹیشن چرچ گیٹ پر گئے۔ راستہ میں کھانا کھایا گیا ہم نے سیر کی۔ سمندر پر آئے۔ عجب بہار تھی۔ ادھر چوتھی تاریخ کا چاند سمندر پر چمک رہا تھا محمد علی صاحب کو بڑودہ کی میل میں روانہ کیا۔ اور واپسی میں مسٹر قریشی اور ایک احمد آبادی مولانا وغیرہ کے ہمراہ ان کے مکان پر آئے کچھ دیر کے بعد اپنے مکان پر آئے۔ اخبار پڑھا اور ایک بجے سو گئے الحمد للہ جی اچھا ہے +

شنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء بھنڈی بازار

آج حوائج سے فارغ ہوکر واڑی بندر پر گئے۔ آزاد ولایت جاتے ہیں۔ راستہ میں

نظام الدین صاحب قریشی مل گئے۔ بندر پر گئے۔ مسٹر رضا، الحق بھی موجود تھے۔ آج کئی مسلمان جاتے ہیں۔ سیف الدین امرتسر سے سید جمیل حسین پٹیالہ سے۔ میر جمیل حسین کے بھائی تجمل حسین پہنچانے آئے تھے۔ اور کرنیل عبد المجید خاں کا بھتیجا عبد الرحمن بھی۔ آزاد دیر میں آئے۔ عجب بہار تھی۔ آزاد کے باپ گلے لگاکر روتے تھے۔ اور یہی حال دوستوں کا تھا۔ ہم نے اپنی دعا کی تصویر دی۔ روانگی کے وقت میر جمیل حسین اور ان کے بھائی اسطرح گلے ملکر روئے کہ تعجب ہوا۔ اتنی عمر اور ایسی بے خودی بڑودہ کے راجہ کا چھوٹا لڑکا بھی گیا ہے۔ بہت چھوٹی عمر بس کوئی بارہ برس کا مگر کیا مجال جو ایک آنسو بھی نکلا ہو۔ بڑا بھائی جو ولی عہد ہے پہنچانے آیا تھا مگر قیافہ اور باطنی القاسے معلوم ہوا کہ گدی کے قابل یہ چھوٹا بچہ ہے۔ بڑے کے چہرے پر بدنصیبی و بربادی کے آثار تھے۔ غالباً فضول خرچی میں اول نمبر ہو گا۔

اس چھوٹے بھائی کے بشرہ سے متانت واقبالمندی مترشح تھی۔ سب سے رخصت لیکر گیا۔

ہم قریشی رضا واپس آئے۔ شام کو وکٹوریہ میں ہم رضا شاہ اور سید سجاد حسین صاحب احمد آبادی پالو بندر پر گئے آج پارسیوں کی عید ہے۔ یعنی نوروز تمام پارسی عورت مرد سیر کو عمدہ لباسوں میں آئے تھے۔ واہ کیا بہار تھی۔ مگر کشفی حالت میسر نہ آئی۔ اپالو سے بینڈ اسٹین گئے۔ اور وہاں سے ریل میں سوار ہو کر گرانٹ روڈ آئے۔ گرانٹ روڈ سے ہم سب قریشی رضا سید صاحب مسٹر نظام الحق وغیرہ واپس ہوئے تو مولوی عبد اللہ احمد صاحب سے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ ہوٹل کے سامنے بیٹھ گئے۔ برف کھائی اور خوب باتیں کیں۔ سب کو رخصت کیا اور ہم فرخ صاحب کے مکان پر گئے اور خوب گانے بجانے کا رنگ دیکھا۔ ایک بجے واپس آئے اور سو گئے +

آج طبیعت خاصی ہے۔ الحمد للہ +

یکشنبہ ۵ استمبر ۱۹۱۱ء بمبئی بھنڈی بازار

فارغ ہو کر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے واپس آئے اور سہ پہر کو ممتاز رضا صاحب

کے ہمراہ بینڈ اسٹن گئے۔ اور ریل پر سوار ہو کر چوپاٹی پہنچے۔ ہزاروں آدمی تھے۔ آج گنیش کا آخری میلہ ہے جسے گنپتی کہتے ہیں۔ ہزاروں بت سمندر میں ڈالے جا رہے تھے عجب بہار تھی۔ واپسی میں گرانٹ روڈ سے ہوتے ہوئے آئے۔ مکان پر معلوم ہوا کہ مولوی جواد حسین صاحب نے کھانے کے لئے بلایا ہے۔ وہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ جے پوری شاہ صاحب بھی تھے۔ گیارہ بجے واپس آئے اور سو گئے +

دوشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج صبح ہی جوہر صاحب تشریف لائے۔ ان کے بعد حاجی ریاض الدین جگدمبا پرشاد اور مولوی محمد علی صاحب داعی اسلام تشریف لائے۔ حاجی ریاض الدین جوناگڈھ سے آئے ہیں سہ پہر کو حاجی ریاض الدین کے ہمراہ سید صاحب کی دکان پر گئے۔ اور وہاں سے ٹرام میں نواب محسن الملک کے پاس گئے مولوی رفیع الدین بھی تھے۔ کچھ دیر بات چیت کر کے واپس آئے۔ جامع مسجد میں کتب خانہ کی سیر کی۔ اور مکان پر آئے۔ کھانا کھایا مولوی عبداللہ احمد بھی تھے۔ بعد از فراغ طعام کملی شاہ کے یہاں گئے۔ وہاں سے گرانٹ روڈ جا کر حجامت بنوائی مگر واہ کیا حجام۔ اور کیا دکان و سامان حجامت۔ بس نرالی شان۔ صرف چار آنہ لئے۔ اور نیم انگریز آدمی گھنٹہ بھر نوکر رہا۔ واپسی میں انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ مولانا سخا حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ قریشی آ گئے ان کے ہمراہ اس مکان پر آ گئے۔ جہاں احمد آبادی دوست رہتے ہیں جناب میاں سید سجاد حسین نظام الحق و قریشی صاحبان موجود تھے۔ بزرگوں کا تذکرہ ہوتا رہا بارہ کے قریب مکان پر آئے۔ اور سو گئے۔ آجکل دو روز سے سخت دھوپ اور گرمی ہوتی ہے شب بھی موسم اول [illegible] گرم رہتا ہے پچھلی رات ٹھنڈک ہو جاتی ہے چونکہ مطلع صاف رہتا ہے [illegible] چاندنی کا خوب [illegible] سمندر

سہ شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

صبح حاجی ریاض الدین صاحب تشریف لائے۔ دوپہر کو ہم اور سید منظور علی صاحب کی دکان پر گئے۔ اور ان کو ہمراہ لے کر نواب محسن الملک صاحب کے یہاں گئے۔ آج وہ لکھنؤ

د شملہ جاتے ہیں۔ پندرہ روز میں واپس آئیں گے۔ واپسی میں سید صاحب کے ہمراہ دکان پر آئے
کچھ دیر دم لیکے مسٹر رضامیاں کے ساتھ بازار گئے۔ جوتا خریدا۔ وہاں سے جامع مسجد گئے
کتابیں پڑھیں واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ شام کو مولوی عبداﷲ احمد کے یہاں دعوت تھی
کھانا کھایا اور ان کی ننھی سی لڑکی بخجہ کی پیاری پیاری باتیں سنیں۔ وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام
میں گئے۔ وہاں ہمارے ہاتھ پر ایک ہندو۔ نرائن برہم چاری مسلمان ہوا۔ کچھ دیر قیام کرکے
مسٹر قریشی کے ہمراہ ان کے مکان پر گئے وہاں سے مولوی جواد حسین صاحب کے یہاں گئے
بارہ بجے واپس آئے اور سو گئے۔ آج صحت بالکل درست نہیں۔ جی بھاری ہے موسم سخت گرم ہے

چہارشنبہ ۱۸۔ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج بھی طبیعت نادرست ہے۔ صبح مولوی جواد حسین صاحب کے یہاں کھانا کھایا۔ اسکے
بعد انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ سہ پہر کو جامع مسجد گئے اور مولوی محمد یوسف صاحب کو
ہمراہ لیکر بزازہ گئے۔ کپڑا خریدا۔ واپس آئے۔ اور انجمن ضیاء الاسلام ہوتے ہوئے چوپاٹی
گئے۔ وہاں سے رضامیاں ممتاز میاں۔ نظام الحق۔ سجاد حسین صاحبان کے ہمراہ واپس آئے
آج قریشی کو بخار ہے۔ کچھ دیر ان کے پاس رہے۔ گیارہ بجے واپس آئے اور سو گئے۔

پنجشنبہ ۱۹۔ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج کل کی نسبت مزاج درست ہے۔ صبح حوائج سے فارغ ہو کر انجمن ضیاء الاسلام
میں گئے۔ وہاں مولوی نظیر حسن صاحب سخا نے فوٹو لیا۔ گروپ میں ہم حاجی ریاض الدین۔
پادری منصور مسیح۔ اور نومسلم برہم چاری اور نومسلم عیسائی شامل تھے۔ واپس آئے۔
سلطان کے لئے مضامین لکھے۔ خطوط لکھے۔ سہ پہر کو سید صاحب کی دوکان پر گئے۔ وہاں سے
جامع مسجد گئے۔ مولوی حکیم محمد حسن صاحب نظامی امروہوی کی کتاب آثار محشر قیمت رکھ کر لی۔
واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ کملی شاہ کے یہاں گئے۔ وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام گئے۔
دادا بھائی نوروجی کے پاس کوئی جگہ ہے وہاں سے محمد ابراہیم شیخ داؤد نے کسی پبلک جلسہ کیلئے

کل بلایا ہے۔ مگر جمعہ کے سبب ہم نہیں جائیں گے۔ نہ ضرورت جانے کی۔
آج بھی کل کی طرح بچارے قریشی کو بخار ہے۔ خدا شفا دے۔ کچھ دیر ہم ان کے پاس رہے۔ واپس آئے۔ نیند خوب آئی تھی سو گئے۔

جمعہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۰ء بمبئی بھنڈی بازار

آج الحمدللہ ہماری طبیعت بہت اچھی ہے۔ ۷ بجے سے فارغ ہوئے غسل کیا۔ اور سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے جامع مسجد گئے۔ جمعہ کی نماز پڑھی عجب ... رہوتا ہے۔ بالکل وہ سماں نظر آگیا جو اسلامی حکومت کے زمانہ میں پایا جاتا تھا۔ فارغ ہو کر کتب خانہ کی سیر کی۔ پھر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ آج کتاب اخلاق نسواں و لطائف ظرائف کی جلد تیار ہو گئی۔ اور ساجد نوشاد علی خاں صاحب کو روانہ کر دی گئی۔ چار بجے واپس آئے۔ قاسم مرزا صاحب اور سردار مرزا صاحب کو ہمراہ لیکر انجمن دعوۃ الاسلام کے جلسہ میں گئے حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلوی صدر جلسہ تھے۔ تھوڑی دیر ٹھیرے اسکے بعد مرزا صاحب کے ہمراہ چوپاٹی گئے۔ آج بھی وہی گنیش جی کا میلہ ہے۔ جسکو یہاں گنپتی کہا جاتا ہے گنیش جی کی مورت کو پالکی یا فٹن میں رکھ کر لیجاتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں بت ہوتے ہیں اس بت کو آٹھ دن یا اس سے زیادہ مکان میں رکھا جاتا ہے۔ اور ویسی دہوم دہام نذر نیاز ہوتی ہے جیسی تعزیوں میں کرتے ہیں۔ آخرکار یہ بت سمندر میں ڈالدیے جاتے ہیں۔ سمندر پر لاکھوں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ یہ سیر دیکھ کر واپس آئے۔ مادہو باغ میں دو پیسہ ٹکٹ دیکر ایک بتخانہ دیکھا جسمیں رام کرشن کے مختلف نظارہ دکھائے گئے ہیں۔ مٹی کے اصلی مجسمہ ہیں۔ مہابھارت کا مشہور دربار جہاں ارجن نے پانی میں سایہ دیکھ کر مچھلی کو شکار کیا دکھایا گیا ہے۔ ہر قسم کے درباری بیٹھے ہیں ہاتھی پر رانی بیٹھی ہے۔ دلچسپ منظر ہے۔ کہیں بھیم راکشش مار رہا ہے۔ یہ مورتیں نہایت مہیب اور قوی انسانوں کی ہیں۔ ایک جگہ راون کی بہن مردہ پڑی ہے۔ کوئی پانچ گز کا قد اور اس قدر خوفناک صورت کہ

ہیبت آتی ہے۔ دیکھ بھال کے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور انجمن ضیاء الاسلام میں گئے کچھ دیر بات چیت کرکے واپس آئے۔ گلاب سیٹھ برادر مولوی عبدالرؤف خاں صاحب نے ٹھنڈا عمدہ شربت پلایا۔ یہ بہت نیک خیال آدمی ہیں۔ اور ہم سے بیعت ہونا چاہتے ہیں مگر حکم نہیں آیا جو مرید کیا جاتا۔

واپس آئے راستہ میں ایک شاہ صاحب حاجی وارث علی شاہ کے مرید ملے۔ اچھے آدمی ہیں۔ مکان پر بارہ بجے آئے۔ اور سو گئے۔ موسم صاف اور خوشگوار ہے۔

شنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۹ء بمبئی بھنڈی بازار

کل حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلی سے پونہ چلنے کا وعدہ ہوا تھا۔ اس لئے صبح ہی تیاری شروع کی۔ بازار گئے۔ خبردار آفس میں چاء پی۔ بالش کا ہنڈ بیگ خرید۔ واپس آکر اسباب باندھا۔ بارہ بجے حاجی صاحب تشریف لائے۔ جنہوں نے ۲ بجے کا وعدہ کیا اور چلے گئے۔ ہم ساڑھے تین تک منتظر رہے نہ آئے تو مایوسی ہوئی۔ چار بجے اپنے سید صاحب کی دکان پر گئے۔ بڑے مزے کی باتیں ہوتی رہیں۔ نماز مغرب سید صاحب کے ہمراہ پڑھی واپسی میں رضا میاں سید صاحب کے ساتھ بورے کے ہوٹل میں مزیدار کھانا اور برف کھائی دکان سے دونوں رخصت۔ ہم دفتر میں آئے۔ معلوم ہوا۔ مولوی جواد حسین صاحب تشریف لائے تھے۔ اور بلا گئے ہیں۔ ہمارے انتظار میں کھانا نہیں کھایا۔ اور جب تک نہ جائینگے نہ کھائیں گے۔ ناچار گئے اور آپ کی خاطر مزیدار مرغ اور مزیدار دال ماش چکھی۔ شیرین چیرا پیا۔ دس بجے تک باتیں ہوئیں۔ واپس آئے۔ اور یادگار غالب بارہ بجے تک پڑھتے رہے تھک گئے۔ سونے لیٹے۔ نیند نہ آئی۔ زمانہ کے لئے مضمون سامنے آیا۔ اس کا خاکہ جمایا اور سو گئے۔ الحمدللہ آج ہماری صحت اچھی ہے۔ موسم ابر آلود ہے اور خلاف معمول بجلی چمکتی ہے یہاں بغیر چمک گرج کے بارش ہوتی ہے۔ اسلئے بجلی کی چمک دیکھ کر رات کو تعجب ہوا۔ دن کو گرمی ہوتی ہے اور خاک اڑتی ہے۔ فقط

یکشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج صبح مولوی جواد حسین صاحب نے کھانے پر بلایا۔ ضامن علی شاہ صاحب چشتی پوری بھی تھے۔ عمدہ کھانے۔ اور مولانا کی دلچسپ باتیں بڑی کیفیت رہی۔ بارہ بجے واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ چار بجے مولوی عبداللہ احمد صاحب حاجی کبیرالدین صاحب کی طرف سے دعوت لیکر آئے۔ ان کے ہمراہ ٹرام میں گئے۔ قاضی صاحب اور سید غیاث الدین صاحب اورنگ آبادی سے باتیں ہوئیں سید غیاث الدین کی معلومات خاصی وسیع ہے لیکن نظامی ہونے کے باوجود قادریہ سلسلہ سے زیادہ محبت ہے۔ کھانا کھا کر دس بجے واپس آئے اور قریشی صاحب کے مکان پر گئے۔ آج مانگرول سے تار آیا ہے کہ نواب صاحب مر گئے رضا سالحق صاحب کی ہمشیرہ نواب مرحوم کے بھائی سے منسوب ہیں۔ اسلیئے یہ لوگ تعزیت کیلئے مانگرول جانا چاہتے ہیں۔ اگر اسٹیمبر میں گئے۔ تو شائد ہم بھی ہمراہ جائیں۔ آج طبیعت بالکل صاف نہیں ہے۔ نیند صاف نہیں آئی۔ خدا فضل کرے +

دوشنبہ ۲۳۔ ستمبر ۱۹۰۷ء شب برات بمبئی بھنڈی بازار

ہمارا بھی مانگرول جانے کا مصمم عزم ہو گیا۔ صبح سید سجاد حسین صاحب منشی احمد علی صاحب ساکن دھولقہ ضلع احمد آباد کو لیکر آئے منشی صاحب۔ صوفی پسند اور میاں حامد صاحب تونسوی کے مرید ہیں۔ ان کے والد نے بڑی عمر پائی شاہ سلیمان صاحب تونسوی سے بیعت تھے۔ سید صاحب اور منشی صاحب کے جانے کے بعد ہم نے آرام کیا۔ ۳ بجے قریشی صاحب آئے اور مانگرول چلنے کا ارادہ پختہ ہوا ٹکٹ خریدنے کی اجازت لے گئے۔ ہم نے رخت سفر درست کیا۔ سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہ نہ تھے۔ جامع مسجد گئے۔ کتب خانہ میں مولوی محمد یوسف کو اطلاع کرائی۔ کہ ہم جاتے ہیں۔ وہاں سے آکر جوتے بنوائے۔ پھر سید صاحب کی دکان پر ملنے گئے۔ قریشی صاحب بھی آگئے سید صاحب سے مرخص ہو کر دفتر آئے۔ وہاں سے حسب دعوت سیٹھ سلیمان عبدالواحد کے ہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ واپسی میں مارکیٹ گئے اور کالر قمیص

وغیرہ خریدے دس بجے واپس آئے۔ راستہ میں کسی بزرگ کا صندل تھا۔ اس کا جلوس بہت دلچسپ نظر آیا۔ باجہ بجلی کی روشنیاں اور ہجوم۔ مگر سب سے زیادہ عربوں اور حبشیوں عورت مرد کا ناچنا اور گانا دل پر اثر ڈالتا تھا۔

سامان درست کرکے سو گئے۔ شب کو بارش ہوئی۔ اور موسم میں جو گرمی آگئی تھی وہ ایک حد تک بہت کم ہو گئی۔ نیند خوب آئی صحت عمدہ حالت میں ہے الحمد للہ فقط

شنبہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ کچھ جہاز اور کچھ بمبئی

آج صبح سے سفر ہانگروں کی تیاری شروع ہوئی۔ ناشتہ خریدا۔ اسباب لے کر قریشی صاحب کے پاس گئے وہاں سے ان کو اور سید سجاد حسین صاحب کو لیکر جہاز پر چلے۔ منشی احمد علی صاحب صبح ہی ملاقات کو آگئے تھے۔ انکو روانگی کے وقت قریشی صاحب کے مکان سے رخصت کیا۔ پرنسس ڈاک بندر پر آئے۔

جہاز کی روانگی میں دیر تھی۔ پانی کی صراحی اور کچھ نارنگیاں خریدیں۔ ساڑھے گیارہ بجے ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ تھرڈ کلاس والوں کی بغلوں اور رانوں پر خوب زور سے ہاتھ رگڑ رگڑ کر معائنہ ہوا عجب مضحکہ خیز منظر تھا بیچارے کرتے اور صدریاں اٹھائے۔ پیٹ کھولے ہوئے کھڑے تھے۔ ہم سکنڈ کلاس کے مسافروں کی صرف نبض دیکھی گئی۔ اسباب قلی پہلے سے لے گئے تھے۔ ہم بعد میں جہاز پر گئے۔ تھرڈ کلاس میں کثرت سے مسافر عورت مرد بچے بوڑھے بھرے ہوئے ہیں۔ سکنڈ میں صرف تین مسافر ہیں۔ ہم قریشی صاحب اور ایک سندھی فرسٹ میں ایک نوجوان سلیمان سوداگر جنٹلمین ہیں۔ سوا بارہ بجے جہاز روانہ ہوا۔ جوں جوں آہستہ آہستہ کنارہ دور ہوتا تھا دل پر خاص اثر پیدا ہوتا جاتا تھا۔ تاج محل ہوٹل دیر تک نظر آتا رہا۔ یہاں تک کہ بمبئی شکل موہوم کی صورت معلوم ہونے لگی۔ آہ کیا سبق آموز سین تھا۔ قرب بعد کی باطنی سیر لفظ ظاہر میں نمایاں تھیں آخر بمبئی جسم کی آنکھوں سے چھپ گئی اور چاروں طرف پانی پھیل گیا۔ آسمان کے کنارے سمندر کے کنارے سے مل گئے +

تھوڑے دیر تک تو کچھ معلوم نہ ہوا۔ رفتار کی تیزی بڑھ جانے سے خفیف سا دوران سر محسوس ہونے لگا۔ قریشی صاحب نے کچھ ترشی کھانے کی صلاح دی۔ چنانچہ نارنگی اور سکری کی چٹنی کھائی۔ فوراً دوران غائب ہوگیا۔ اور پھر مطلق نہ ہوا۔ تمام دن بات چیت اور مطالعہ کتب میں بسر ہوا۔ شام کو ابر تھا ورنہ غروب آفتاب کا لطف دیکھتے تاہم شام کا سکوت سمندر میں اسرار الٰہی کا ایک خاص ظہور ہوتا ہے۔ چونکہ دن میں کئی بار کھانا کھایا تھا رات کو بھوک نہ معلوم ہوئی۔ قریشی صاحب سے بات چیت میں دس بج گئے۔ ہوا ایسی خنک تھی کہ نیند آگئی۔ سو گئے۔ ایک بجے آنکھ کھل گئی مطلع صاف تھا۔ اور پندرھویں رات کا چاند سمندر پر چمکتا دمکتا چاندنی کے جہاز میں سوار ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اللہ۔ تیری شان پانی کے ہچکولوں میں چاند کے نور کا غوطہ کھانا اور تاریک سطح کو منور کر کے باہر نکلنا دھیان میں لانے والا سین تھا۔ جدھر نظر جاتی تھی ہلکی اور ٹھنڈی روشنی پانی کی موجوں پر جھلملاتی معلوم ہوتی تھی۔ سمندر کا ہولناک کالا دیو چاندنی کی نورانی پری کو آغوش میں لینا چاہتا تھا۔ اور وہ پھڑک کر بھاگتی اور بدن چراتی تھی۔ اس پر سمندر کے غیظ و غضب اور مدہوشانہ جوش کے حملے۔ بس دیکھنے کے قابل تھے۔ ایک جگہ نہیں تمام سمندر میں یہ عالم برپا تھا۔ دوربین سے دیر تک یہی سیر کرتے رہے وقت مقبول تھا۔ بارگاہ الٰہی سے کچھ مانگنے کی ٹھہر گئی۔ عجب ذوق شوق کی طلب تھی۔ ایسا موقع میسر آنا مشکل ہے۔ پچھلی رات ہوا۔ سردی اور تلاطم کا یہ عالم ہوا کہ کلیجہ کانپنے لگا۔ رضائی پر کمبل لگایا جب سردی فرو ہوئی۔ الغرض تمام رات خاص دلفریبی و لطف سے بسر ہوئی +

چہارشنبہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۸ء کچھ جہاز اور کچھ مانگرول

صبح جہاز میں ہوئی۔ مگر واہ کیا سہانی فجر تھی۔ سکوت شب میں غیر مسموع صدائیں پیدا ہوگئیں جب صبح کا نور چمکا۔ آسمان کے کنارے جو سمندر میں غرق تھے۔ سرخ ہونے شروع ہوئے۔ اور یکایک ایک روشن سنہری گول چیز کا کنارہ پانی سے برآمد ہوا۔ اس کا نکلنا

تھا کہ سطح آب پر ایک گہری روشنی نمودار ہو گئی۔ ہوتے ہوتے آفتاب پورا نکل آیا اور
سمندر میں اسکی زرد شعاعیں جھلکنے لگیں۔ چاندکی سی ملاحت تو اس جھلک میں نہ تھی تاہم
جلالی شان کا ظہور اور ابتدائی ظہور تھا۔ جہاز تیزی سے جا رہا تھا آفتاب خاصا بلند
ہو گیا تھا۔ مگر کوئی جانور نظر نہ آیا جو نمود صبح کے بعد ہمیشہ نظر آتے اور اپنے گانے سنایا
کرتے ہیں۔ سناٹا اور خاموشی یا جہاز کی آواز جن الفاظ میں مفہوم ہوتی تھی۔ پتہ نہیں
پتہ نہیں۔ پتہ نہیں ۔

اسوقت ہم نے کہا کہ جھوٹا ہے۔ پتہ کیا وہ خود سامنے موجود ہی جواب وہ خود موجود ہی جبھی ہم کی
موہوم دلا پتہ ہے۔ ایک کی فنا دوسرے کی بقا ہے۔ ان سوالات و جوابات کے عالم میں محو
تھے۔ کہ قریشی صاحب نے دوربین میں دیکھ کر خوشی کا نعرہ مارا کہ وہ سومنات آگیا۔ دیکھا تو واقعی
کنارہ پر ایک عالیشان اونچی نیچی پرانی عمارت نظر آئی۔ معلوم ہوا یہی وہ مقام ہے جہاں غازی
محمود اسلامی پروں سے اڑ کر آگیا تھا۔ اوفوہ۔ کیسا ویران نظارہ ہے کیونکر اس دور دراز
جگہ کا محمود کو حال معلوم ہوا اور کس طرح ایک عظیم الشان لشکر کو لے کر وہ یہاں پہنچ سکا۔ یہ
سوچتے سوچتے جہاز کنارہ کے قریب جا لگا۔ اب سومنات دور رہ گیا اور بلاول کا بندر
سامنے آگیا۔ جہاز ٹھیر گیا۔ کشتیاں اسباب اور مسافر لے کر آئیں۔ اور اسباب و مسافر
لے کر چلی گئیں۔ مسافروں کے آنے جانے میں ایک ایسا شور و غل اور دارو گیر ہوتی ہے
کہ خدا کی پناہ۔ عورتوں کی بڑی مشکل ہے۔ ساڑھے دس بجے جہاز آگے روانہ ہوا۔ اور بارہ
بجے مانگرول پر لنگر انداز ہوا۔ یہاں بھی کشتیاں آئیں۔ امیر الدین طبیب جی اور سیٹھ سلیمان
کشتی میں سوار ہو کر پہلے چلے گئے۔ دوسری کشتی میں ہم سوار ہوئے مگر نہایت کشمکش کی صورت
سے سمندر میں سخت جوش تھا۔ کنارہ سامنے تھا مگر کشتی بہت دیر میں ڈگمگاتی ہوئی کنارہ لگی
آٹھ آنہ فی کس کرایہ لیا گیا۔ منگرول کی زمین پر قدم رکھا۔ منشی ولی محمد صاحب پرائیویٹ
سکرٹری نواب جہانگیر میاں صاحب لینے آئے تھے ۔

بندر سکے جنگی جہاز میں ہمارا نام لکھا گیا وہاں سے سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے اول منشی صاحب کے مکان میں تھوڑی دیر دم لیا۔ اسکے بعد فاتحہ خوانی کے لیے محل میں گئے۔ شیخ نورالدین میاں صاحب خویش نواب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ اور رسم فاتحہ خوانی ادا ہوئی۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ اور نواب صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ یہاں سے سید امین الدین صاحب جیلانی کے مکان نظر باغ میں گئے۔ مغرب کی نماز اسی خوشنما باغ میں ادا کی واپس آئے۔ تو جہانگیر میاں صاحب سے ملاقات کی بہت [illegible] وقار سے پیش آئے ✦

واپس آئے کھانا کھایا۔ اور منشی ولی محمد صاحب کے مکان میں سو گئے۔ قریشی صاحب نظر باغ چلے گئے۔ ہم کل جائیں گے۔ رات کو نیند صاف نہ آئی۔ زکام کا اثر پیدا رہا ✦

پنجشنبہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۰ء۔ مانگرول نظر باغ

ابھی صبح کسلمند صبح ہے۔ زکام کا اندرونی اثر معدہ کی خرابی تکلیف دے رہی ہے ناشتہ آیا۔ کچھ کھا کر چار پی۔ اور لکھتے رہے۔ دو پہر کے قریب قریشی صاحب اور رضا میاں وغیرہ آئے۔ ڈیڑھ بجے جہانگیر میاں صاحب کے مکان میں کھانا کھانے گئے۔ فارغ ہو کر جہانگیر میاں صاحب کے بڑے لڑکے عبدالخالق سے امتحان کی باتیں کیں۔ بہت تیز اور ذہین لڑکا ہے۔ خوب جوابات دیے۔ اتنے میں جہانگیر میاں صاحب آگئے اور موجودہ کشمکش کی باتیں شروع ہوئیں جہانگیر میاں نے تمام تاریخی حالات ریاست کے بیان کیے۔ واپس آکر میسیہ اخبار اور افضل الاخبار کے لیے مضمون لکھے۔ شام کے قریب سید امین الدین صاحب جیلانی قادری تشریف لائے ان کو اور تمام جماعت کو ہمراہ لے کر نواب مرحوم کے مکان پر رسم فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ بہت لوگ موجود تھے۔ خاصکر شاہ سید محمد صاحب سہروردی سجادہ نشین مخدوم سکندر جہانیاں نبیرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے ملاقات ہوئی جو بڑے وجیہ درمیانی عمر کے آدمی ہیں۔ ان کے یہاں کچھ تبرکات ہیں ہم سے زیارت کرانے کا وعدہ کیا ✦

واپس آئے تو مع الجماعت پہلے گراونڈ باغ میں گئے جو جامع مسجد کے قریب ہے اچھا باغ ہے وہیں نماز مغرب ادا کی۔ جامع مسجد بالکل فیروز تغلق کی عمارت کی طرز پر ہے۔ نشانی قوۃ الاسلام دہلی کی معلوم ہوتی ہے۔ اصل میں بت خانہ تھا۔ خراب کرکے مسجد بنا دیا گیا۔ روانہ ہوکر باغ رانی کے آگے سے ہوتے ہوئے مکان پر آئے۔ اور اسباب اٹھوا کر جیلانی صاحب کے مکان پر نظر باغ میں آ گئے۔ کھانا آیا۔ کھایا باتیں ہوتی رہیں بارہ بجے سب گئے۔ آرام کرنے لیٹے۔ نیند نہ آئی +

مولانا نظام الدین۔ علی شیر خدا۔ شیر پنجہ۔ اور اشاعت مذہب اسلام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے رہے۔ تین بج گئے۔ نیند نہ آتی تھی۔ اور ضروری خیالات کا دربار قائم تھا۔ بمشکل خیالات ترک کرکے سوئے۔

نیند صاف نہ آئی۔ صبح تک کسل باقی تھا +

جمعہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء مانگرول نظر باغ

ابھی رات کی تکان فرو نہ ہوئی تھی کہ ناشتہ آگیا۔ مجبوراً کچھ کھالیا۔ دوپہر کے قریب غسل کیا۔ ایک بجے جمعہ کی نماز کو گئے جامع مسجد بڑی۔ اور نمازی کم۔ تاہم چھوٹی سی ریاست میں غنیمت ہے۔

۲ بجے واپس آئے کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ پانچ بجے احباب سمیت بندر پر گئے۔ جو شہر سے ڈیڑھ میل کے فصل پر ہے۔ راستہ میں حضرت شاہ مخدوم سکندر جہانیاں کا مزار تھا۔ اسکے قریب سے گزرے۔ ایک پرانا شکستہ مقبرہ نظر آیا جس کی شان بالکل دہلی کے قدیمی مقابر سے ملتی جلتی ہے آگے بڑھے تو ماہی گیر قوم کا قبرستان نظر آیا۔ یہ ہندو قوم ہے۔ مردے کو جلاکر اسکی خاک دفن کر دیتے ہیں۔ اور اسپر قبر پر ایک لوح لگاتے ہیں جس پر ایک گھوڑے سوار کی مورت ہوتی ہے۔ سوار کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے دوسرے میں ڈھال۔ سر پر ایک خاص قسم کی پگڑی ہوتی ہے۔ جسکے پشت پر شملہ کا سا نشان محسوس ہوتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے

سمندر پر گئے۔ عجب بہار تھی۔ آفتاب کے غروب ہونے کا تماشا دیکھا۔ واپس آئے تو خوب تیزی آئے۔ تیز گامی سے طبیعت بہت صاف ہوگئی۔ کھانا کھایا۔ باتیں کیں۔ اتنے میں مولوی غلام رسول صاحب ساکن ہنر لعے ملنے تشریف لائے۔ یہ دہلی میں ہمارے ہم سبق تھے۔ اب ریاست میں نوکر ہیں۔

بارہ بجے سوئے اور خوب صاف نیند آئی۔ الحمد للہ۔

شنبہ ۲۸ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ مانگرول نظر باغ

آج بہت سویرے بیدار ہوئے۔ حوائج و نماز سے فارغ ہو کر سیر کرنے گئے۔ تمام شہر مانگرول کا گشت لگایا۔ آٹھ کے قریب مکان پر آئے۔ ناشتہ کیا کچھ لکھا۔ کچھ سوئے۔ ڈیڑھ بجے کھانا کھانے دربار میں گئے۔ یہاں دس روز تک میت کے مکان میں کھچڑی کھانے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ قبولی کھچڑی کڑھی۔ باجرے کی روٹی۔ کھائی جاتی ہے۔ جہانگیر میاں صاحب سے لیکر اعیان ریاست شریک دعوت ہوتے ہیں۔

کھانا کھا کر واپس آئے۔ اخبار و کتابت پڑھتے رہے۔ شام کو مع الجماعت سیر کو گئے نماز مغرب جنگل بیابان میں پڑھی عجب لطف تھا۔ واپس آئے۔ کھانے کا وقت آیا بلائے گئے۔ گئے۔ کھانا کھایا۔ فارغ ہو کر بات چیت شروع ہوئی۔ مولوی غلام رسول صاحب حکیم خلیل الرحمن صاحب بریلوی جو ابھی حال میں ساٹھ روپیہ ماہوار پر نوکر ہوئے ہیں موجود تھے جہانگیر میاں نے تصرف اور بزرگان دین کا ذکر چھیڑا۔ دیر تک یہ گفتگو رہی آخر تمام کر کے مکان پر گئے صحبت احباب کا لطف رہا۔ دس بجے نیند آگئی۔ سو گئے۔ خوب صاف نیند آئی +

مانگرول میں موسم نہایت دلچسپ ہے۔ مطلع صاف۔ ہوا صاف۔ میدان صاف بہت شگفتگی ہے۔ مگر بمبئی کی چہل پہل کے مقابلہ میں سُن سانی ہے۔ دو روز ہماری طبیعت کسلمند رہی۔ لیکن اب بہت اچھی ہے۔ جی لگ گیا ہے +

احباب۔ جیلانی میاں۔ رضا میاں۔ قریشی میاں۔ نظام میاں۔ و نہیت شاہ کی صحبت میں بڑی کیفیت ہے۔ آج جہانگیر میاں کے چھوٹے بچے بدر الدین نے عجب گانا سنایا۔ ذرا سا

بچہ ہے۔ مگر آواز ایک جادو ہے۔ ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ پروفیسر بدر شاہ خطاب دیا۔

یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۹۰۷ء مانگرول نظر باغ

صبح اگرچہ جلدی بیدار ہوئے لیکن حوائج سے فراغت میں دیر ہوگئی طلوع آفتاب کے وقت سیر کو گئے۔ گشت ختم کر کے واپس آئے راستہ میں مولوی غلام رسول صاحب کا مکان ہے۔ روک لیا۔ اور ناشتہ کھلا کے آنے دیا۔ نہایت خلیق آدمی ہیں۔ مکان پر آئے۔ خیرالدین میاں موجود تھے۔ یہ آٹھ سالہ بچہ ہے جسکو مرحوم نواب شیخ حسین میاں نے بحیثیت متبنیٰ پرورش کیا تھا جیلانی شاہ صاحب اسی کی تعلیم و تربیت کے لئے ملازم ہیں۔

بچہ دبلا پتلا نحیف و نزار ہے۔ مگر اس قسم کی عاقلانہ باتیں کرتا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے ریاست میں جس قدر پیچیدگیاں درپیش ہیں انکی نسبت اصولی رائے قائم کر کے ایسی مناسبت اور واقعی باتیں کیں کہ حیرت ہوگئی خدا اسکی عمر دراز کرے اور اسکے استغنا اور قناعت کو بڑھائے بالکل ہونہار بچہ ہے۔

کچھ لکھا باتیں کیں۔ کھانا کھایا۔ سو گئے۔ اور شام تک پڑے رہے کاہلی سر پر سوار ہے بعد از مغرب کھانا کھانے گئے۔ اور وہاں سے ڈاکخانہ جانا ہوا۔ عبدالرحمٰن خان صاحب احمد آبادی ہمراہ تھے۔ یہ عرصہ تک جدہ اور مکہ معظمہ میں مقیم رہے ہیں۔ اسلئے عرب کی باتیں ہوتی رہیں ڈاک لی۔ اور واپس مکان پر آئے۔ اخبارات پڑھے۔ باتیں کیں۔ گانا سنا اور بارہ کے بعد سو گئے۔ آج دن بھر بُری طرح بسر ہوا +

دوشنبہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ مانگرول نظر باغ

طبیعت بھاری ہے۔ گردہ میں تکلیف ہے۔ رات دن چاول کھانے کے سبب خرابی صحت نے کچھ کام نہ کرنے دیا۔ دن بھر یوں ہی پڑے رہے احباب کی بات چیت میں وقت صرف ہوا۔ مولوی محمد عمر جونا گڑھ مجسٹریٹ و جج مانگرول تشریف لائے اور اپنا کلام سنایا۔ جلال کے شاگرد ہیں خاصا کلام ہے۔ مانگرول کے اعتبار سے عبدالرحمٰن خان صاحب احمد آبادی کو

۱۰۵۱۴

جمال شاہ کا خطاب دیا۔ دوپہر کو جہانگیر میاں ملاقات کو آئے۔ کچھ دیر ان سے بات چیت میں وقت کٹا۔ واپس گئے۔ تو پھر وہی خاموشی۔ آخر پیسہ اخبار کے لیے ایک مضمون "علی جی کے مندر" لکھا۔ شام کو سیر کرنے گئے۔ اور جلدی واپس آگئے۔ آج دسواں ہے۔ وعظ ہوگا۔ ہم سے وعظ کی فرمائش کی گئی۔ مگر انکار ہوا مولوی صاحب نے وعظ کہا۔ خاصا مجمع تھا۔ بعد از فراغ وعظ چاء اور قہوہ کی دعوت ہوئی۔ شیرنی اور ختم کا دستور نہیں۔ بارہ بجے آرام کیا مگر طبیعت اب درست تھی۔ خوب نیند آئی۔ اور صبح دیر تک سوتے رہے۔

سہ شنبہ یکم۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ مانگرول نظر باغ

آج بھی جی خراب ہے۔ دماغ میں چکر اور جسم میں درد۔ یہ سب چاولوں کی خوراک کا ظہور رہے۔ جیلانی شاہ صاحب نے ازراہ کرم روٹی پکوائی اور کھلائی۔ آج دسویں کی عام دعوت ہے۔ کیسا غلیظ اور برا انتظام ہے۔ ریاستوں کو ناز یبا۔ نورالدین میاں کے لڑکے جو علیگڈھ میں تعلیم پا چکے ہیں اور جوناگڈھ میں پڑھتے ہیں۔ ملے۔ نیک بچہ ہے۔ بشرہ صاف پایا۔ سہ پہر کو خطوط لکھے۔ پورے سات لکھنے کے باوجود بہت باقی ہیں جن کا جواب نہیں نہیں گیا۔ مولوی شاہ محمد سید صاحب سجادہ نشین مخدوم سکندر جہانیاں سے ملاقات ہوئی اور ان کے چچا نے کل واقعات خاندانی بیان کئے۔ ان کے بزرگوں نے مانگرول میں ہندوؤں سے جہاد کر کے یہ مقام لیا تھا مخدوم سکندر۔ مخدوم جہانیاں کے خلیفہ و مرید ہیں۔ اور چاروں خاندانوں سے فیض پایا ہے۔ لیکن اصل طریقہ سہروردی ہے۔ مخدوم چراغ دہلی سے بھی ملے ہیں۔ اور تبرک لیا ہے۔ ان کی اولاد آجکل بہت معقول جاگیر کی مالک ہے۔ کل ہم کو تبرکات کی زیارت کے لیئے بلایا۔ کیا نورانی صورتیں ہیں کہ بس سبحان اللہ۔

شام کو تنہا سیر کو گئے۔ واپس آئے کھانا کھایا۔ باتیں ہوئیں کل کی روانگی کا انتظام بھی ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے نیند آئی مگر صاف نہیں۔ مانگرول میں موسم اچھا آب و ہوا اچھی ہمارے لیئے ہر قسم کی آسائش اور دلچسپی موجود ہے لیکن صحت خراب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ چاول

بکثرت کھائے جاتے ہیں۔ جو ہماری صحت کو سخت مضر ہیں +

چہار شنبہ ۲۔اکتوبر ۱۹۰۸ء مانگرول نظر باغ

الحمد للہ آج کل کی نسبت طبیعت بحال ہے۔ صبح بیدار ہو کر سیر کو گئے واپس آکر ناشتہ کیا۔ اتنے میں ایک فوٹوگرافر رجب علی نامی آیا۔ اسکو بلایا تھا تصویر کے لئے شام کا وقت تجویز ہوا۔ یہ خوجہ ہے۔ یعنی آغاخان کا مرید کئی گھنٹے دریافت حال آغاخان میں صرف کئے۔ عجب قوت کا پیر ہے۔ بنی فاطمہ دنیا میں کیسی طاقتیں رکھتے ہیں۔ اسی ضمن میں احباب کے اصرار سے ہم نے کچھ اسرار تصوف بیان کئے +

دوپہر کو آرام کیا۔ مخزن پڑھا تین بجے جلال شاہ کو ہمراہ لے کر سید محمد شاہ صاحب کے مکان پر گئے۔ تبرکات کی زیارت کرنے۔ راستہ میں ایک بچے سے مکان دریافت کیا جب اس نے بتایا تو ہم نے انگلی کے اشارے سے دوبارہ تصدیق چاہی۔ بچہ بگڑا کہ انگلی کا اشارہ نہ کرو۔ شاہ صاحب ضعیف ہو جائیں گے جس کی طرف انگلی سے اشارہ ہو وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ تم جانتے نہیں مکہ میں ایک علم ہے۔ یہاں چودہ علم ہیں وغیرہ بچہ کی عجیب عقیدت آمیز باتیں سنکر ہنستے ہوئے سید صاحب کے مکان پر گئے وہ نہ ملے۔ چلے آئے۔ چار بجے جہانگیر میاں صاحب ملنے تشریف لائے اور آج کی رونق سے روک لیا۔ ساڑھے پانچ بجے اپنے مکان پر بلایا۔ گاڑی تیار تھی۔ سوار ہو کر سیر کو گئے اول حضرت شیخ بہاؤ الدین صبوری عرف باؤن صبوری کے مزار پر گئے۔ حضرت شیخ کا آستانہ عجیب ہیبت کا مقام ہے چاروں طرف درخت اور درگاہ کے وسط میں جالی چھایا ہوا ہے۔ جس نے منظر اور بھی خوفناک کر دیا ہے۔ مزار کے بائیں پہلو میں ایک ویران و شکستہ باؤلی ہے مزار پر ایک چھوٹا برج ہے اندر مزار ہے مگر اس قدر میلی اور کثیف جگہ ہے۔ کہ جی گھبراتا ہے۔ مزار سے واقعی آثار قلندری مترشح پائے گئے۔ دروازہ پر ایک لوح چسپاں ہے۔ جسپر حضرت کے حالات کندہ ہیں۔ جلدی میں پڑھے نہ گئے۔

اسکے علاوہ لوح کے حروف کہیں کہیں سے شکستہ بھی ہیں۔ ۳۳ صاف پڑھے گئے۔
یہاں سے روانہ ہوکر نواب حسین میاں کے مزار پر گئے فاتحہ پڑھ کر حضرت شیخ صدیق کے
مزار پر گئے۔ یہ بھی ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ جہانگیر میاں نے بیان کیا کہ ہمارے بزرگ جب
کسی مہم پر جاتے تھے تو اسی مزار کی زیارت کر کے جایا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کی برکت
سے ہمیشہ کامیاب کرتا تھا۔ اب بھی سال میں ایکبار رئیس مع فوج یہاں آتا ہے۔ اور
مچھلی روٹی پر نیاز دے کر سب کھاتے ہیں۔ اس مزار کے قریب ایک نہایت قدیم مسجد
پائی گئی۔ جو بڑی خوبصورت ہے۔ مگر شکستہ و برباد۔ محراب پر ایک کتبہ ہے جس کی رسم خط
خلجیوں کے زمانہ کی معلوم ہوئی۔ مگر صاف پڑھا نہیں گیا۔ واپس مکان پر آئے۔ کھانا کھایا
اور احباب سے باتیں ہوتی رہیں۔ سید محمد علی صاحب تشریف لائے۔ ان سے سومنات
کی باتیں ہوئیں۔ بارہ کے قریب آرام کیا +

پنجشنبہ ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء۔ مانگرول۔ نظر باغ

خدا کے فضل سے آج جی بالکل صاف ہے۔ کل سے چاول بند ہیں بے کلی و بےچینی
بھی جاتی رہی۔ صبح بعد از فراغ ناشتہ ماسٹر صاحب سے باتیں کیں۔ دس کے قریب تبرکات
کی زیارت کے لیئے سید محمد صاحب کے مکان پر گئے۔ اتفاق اسوقت کسی زائر کو سید پیارے
صاحب جو سجادہ صاحب کے چچا ہیں زیارت کرا رہے تھے ہمارے جاتے ہی پھر از سر نو زیارت شروع ہوئی

حسب ذیل اشیاء دیکھیں

تاج حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت۔ یہ روئی کا ایک ٹوپ ہے۔ جو استعمال
کی حالت میں کانوں کو ڈھک سکتا ہے۔ ریشمی ابرہ ہے زرین ریشمی ہے مگر بوسیدہ
ہوگیا ہے۔ اسکی نسبت بیان کیا گیا کہ مخدوم جب اسکو پہنتے تھے۔ انکو کوئی نہ دیکھ سکتا
تھا۔ اور وہ سب کو دیکھتے تھے۔

مصلےٰ۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی۔ یہ مصلے بھی بہت بوسیدہ ہے

ابرہ کا کپڑا اونیز اور سبز رنگ تھا۔ مگر کہنگی کے سبب کپڑے کی اصل حالت محسوس نہیں ہوتی۔ اس طرز کے کپڑے اب بھی عرب میں بنائے جاتے ہیں اور ہندوستان میں آتے ہیں ؎

کمر بند و کنگھا حضرت مولانا ابو الفتح شاہ رکن عالم ملتانی۔ کمر بند سیاہ اونی ہے جسکی بناوٹ خوبصورت ہے۔ اور کنگھا سفیدی مائل لکڑی کا ہے۔ جو موجودہ صنعت ملتانی سے کچھ زیادہ غیر معمولی نہیں ہے۔ دونوں رخ پر ابھرے ہوئے حروف میں درود شریف کندہ ہے ؎

عمامہ حضرت مخدوم جہانیاں۔ یہ باریک ململ کا سفید عمامہ ہے تمادی ایام سے رنگ میں فرق آگیا ہے ؎

دوگلا حضرت مخدوم جہانیاں۔ یہ اب تقریباً ختم ہوگیا ہے۔ نیلے استر پر سفید سوت کے تار باقی ہیں وجہ یہ ہے کہ عیدین کے روز صاحب سجادہ اسکو پہنتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی اسکی زیارت کو جمع ہوتے ہیں۔ لوگوں کے ہاتھ لگانے اور چومنے کے سبب بیچارا چغہ پاش پاش ہوگیا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ آسودگی گناہ کے سبب یہ حالت ہوئی جیسے حجر اسود کی۔

پاجامہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی جسکی میانی نہیں ہے۔ کہا گیا کہ جب حضرت مخدوم سکندر کو مخدوم چراغ دہلی نے یہ یادگار عطا فرمائی تو مخدوم نے ازراہ ادب اسکی میانی نکال کر بطور کرتے کے اسکو پہن لیا۔ لٹھ کا معلوم ہوتا ہے۔ کمر بند سوتی ہے۔ آجکل کی روش کے موافق موریاں کشادہ اور انگریزی طرز کے شرعی پاجامہ جیسی ہیں۔

پیراہن مبارک حضرت رسالتمآب صلعم۔ یہ سینکڑوں ریشمی اور زربفت و کمخواب کے رومالوں میں لپٹا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ رومالوں کے سبب ایک بڑا بقچہ ہوگیا ہے باریک ململ کا معلوم ہوتا ہے۔ رنگ سفید ہوگا۔ مگر آجکل متغیر ہے۔ یہ حضرت مخدوم جہانیاں کو مدینہ پاک سے عطا ہوا تھا۔ اسکی نسبت نیز اور تبرکات کی نسبت سید صاحب نے عجیب بعید از عقل کرامات بیان کیں ؎

قرآن شریف حضرت مخدوم سکندری میں تلاوت فرماتے تھے (بہاری کوفی
کے قریب خط ہے۔ اس طرز کی تحریر خلجیوں کے عہد میں پائی جاتی تھی۔ اور آخر کا کچھ حصہ
ضائع ہو گیا ہے۔ بہت بوسیدہ اوراق ہیں اور جلد بھی شکستہ ہو گئی ہے۔ کاش اس کی
مرمت کی جاتی اور بیرونی غلافوں کی بھڑک پر درستی وحفاظت کو مقدم سمجھا جاتا)
شجرہ۔ چودہ گز کپڑہ پر آدم سے لیکر اس وقت تک کل نبیوں ولیوں اور سادات
کے نسب نامے درج ہیں۔ عجب چیز ہے۔ تمام صوفیہ کے طریقوں کے نسب اور سلسلے جو
ہیں۔ ایک لمبی تاریخ ہے۔ ان تبرکات کے علاوہ ۱۳ نشان دکھلائے جو مختلف بزرگوں کے نام
کے ساتھ منسوب ہیں اول حضرت رسالتمآب صلعم کا نشان ہے یہ نٹ لمبی ایک چیز ہے
جس پر نیلی ڈوری لپٹی ہوئی ہے۔ اور آخری سرے پر سرخ رنگ کے سخت وکرخت بالوں
کا گچھا ہے۔ دوسرا حضرت مولےٰ علیؓ کا نشان ہے۔ یہ بالکل سیاہ ہے۔ معلوم نہیں
کیا چیز ہے۔ جس طرح گینڈے کی کھال پھٹی پھٹی ہوتی ہے۔ ایسی ہی کوئی چیز ہے ہرن
کے سینگ کی قطع پر یہ بالکل نرالی شان کا نشان ہے +

اسی طرح حضرت سید احمد کبیرؒ حضرت غوث الاعظمؒ حضرت بہاؤ الدین ذکریاؒ کے
اسماء کے نشان ہیں۔ جن پر کہیں آیات و فتح و نصرت ہیں کہیں ائمہ کے نام ہیں۔ کہیں درود
شریف ہے۔ سب سے آخر ایک پیالہ دکھایا جو سنگ مرمر کا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس کا ایک
کنارہ ٹوٹا ہوا اور لاکھ سے جڑا ہوا ہے۔ اسکو مخدوم کا کاسہ کہتے ہیں۔ اور لوگ منتیں
مان کر اسکو قند سے بھرتے۔ ریاست کا حاکم ہندو ہو یا مسلمان مجبور ہے کہ پہلے اس کاسہ کی
بھرنے کی رسم ادا کرے۔ اسکے بعد مسند نشین ہو۔ سید پیارے میاں نے ان تبرکات وآثار
کی نسبت عجیب وغریب بعید از عقل باتیں بیان کیں۔ اور دعویٰ کیا کہ یہ پیالہ رنگ بدلتا
رہتا ہے۔ جس وقت ہم نے دیکھا سفیدی مائل تھا۔ ایک شخص نے ہمارے سامنے اسکو قند
سے بھرا اور ناریل نذر لیا۔ ہم کو بھی تبرک ملا +

صاحب سجادہ کے پاس کچھ گاؤں وقف ہیں۔ مگر آجکل ان کی تقسیم میں جھگڑا ہے اور برادری بھی پورا حصہ مانگتی ہے۔ واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ شام کو فوٹوگرافر آیا۔ اور ہماری مع جماعت کی تصویر لی گئی۔ نظر باغ کی سہ دری میں۔ امید نہیں کہ فوٹو صاف آیا ہو۔ رات کو رضا میاں نظام میاں قریشی میاں احمد آباد گئے۔ ایک بجے ہم بھی سو گئے۔ آج بفضلہ جی اچھا ہے۔

جمعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔ مانگرول نظر باغ

آج ہماری روانگی ہے صبح سے تیاری شروع ہوئی۔ سید محمد علی صاحب تشریف لے آئے۔ یہ نوجوان عربی فارسی۔ انگریزی میں خاصی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر ذرا محدود خیال ہیں۔ ملا مسیح کی رامائن اور ابوالفضل کے مکتوبات دکھانے لائے تھے +

۹ بجے جہانگیر میاں آخری ملاقات کو آئے۔ اسرار تصوف کی بات چیت ہوئی۔ جہانگیر میاں کو ان باتوں سے بے حد دلچسپی ہے۔ آخر مانگرول کو رخصت کیا۔ جیلانی شاہ اور دولت شاہ اور ماسٹر صاحب جہاز تک آئے ٹکٹ لے کر سوار ہوئے۔ ان حضرات کو رخصت کیا آج سمندر میں سخت تلاطم ہے کشتی ڈانواڈول ہوئی جاتی ہے۔ جہاز پر پہنچے۔ آرام کی جگہ مل گئی۔ ایک کچھی فقیر نے بڑی خاطر کی۔ ایک بجے ملاول بندر نظر آیا۔ اور دو بجے کنارہ پر قدم رکھا فوراً بگھی کرایہ کی گئی۔ اور پٹن سومنات پر دھاوا بول دیا +

راستہ میں اول بھیڑی کا مندر آتا ہے۔ یہ شب جی کا مندر ہے۔ اور آپ کی چھت پر مسجد کا نشان بنا ہوا ہے۔ بیان کیا گیا۔ کہ یہ مندر قائم نہ رہتا تھا۔ بنتا تھا اور گر پڑتا تھا۔ جب اس پر مسجد کا نشان بنایا گیا تو مندر نہ گرا۔ خاص مندر کے کارندے نے کہا کہ جوتشی لوگوں نے اس قسم کے نشان بنانے کو مفید بتایا تھا۔ اسلئے بنایا گیا۔ مسجد نہیں ہے بہرحال کچھ حقیقت ضرور ہے جو مندر پر مسجد بنائی گئی ہے۔ اس مندر سے تھوڑی دور آگے چلکر ایک عمارت نظر آئی جس کا ابتدائی حصہ نیا اور زیر تعمیر تھا۔ رنگین پھاٹک سے اندر داخل ہوئے دائیں طرف پرانی طرز کی قبریں نظر آئیں اور آگے بڑھے تو ایک دالان ملا۔ جس کے ابتدائی

گوشہ میں قبر ہے - یہ اُونہ کے رئیس عبداللہ عثمان بن علیخان کی ہے - غالبًا دالان انہی کا تعمیر کردہ ہوگا - اس دالان کو ختم کرکے دروازہ آتا ہے - جس کی رنگین چوڑی کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے یہ پرانی طرز کی عمارت ہے - پست چھت ہندوانی روش کے ستونوں پر قائم ہے یہاں بھی بائیں رخ ایک قبر ہے جو کسی خادم کی بیان کی گئی - دائیں طرف دروازہ وضو کے قریب سنگ مرمر کی ایک لوح ڈیڑھ گز طویل دیوار میں چسپاں ہے - اس لوح کے کنارہ کی عبارت بالکل ضائع ہوگئی ہے - مجاور نے کہا کہ ہندؤں نے اپنی حکومت اور غلبہ کے زمانہ میں اسکو خراب کردیا - لوح کے سرے پہ ایک ہانڈی کی تصویر ہے - جو محراب میں آویزاں ہے - یہ مسجد کی علامت ہے - اسکے گرد خط کوفی میں کچھ لکھا ہے - اور عجیب صنعت سے عربی خط کی بیل بنائی ہے - اسکے نیچے عربی خط کے لاجواب خوشنما طغرے ہیں - جو گلدستہ معلوم ہوتے ہیں - اسکے بعد کلمہ ہے - جو قدیم خط میں ہے - کلمہ کے نیچے کی عبارت صاف پڑھی نہیں جاتی ہے - ترکی رسم خط میں ہے - حسن - محمد علی العراقی - غرہ ربیع الآخر سنہ سبع وتسعین وستمائہ کہیں کہیں سے لفظ سمجھ میں آئے - معلوم نہیں ہوا کہ یہ کہاں کی لوح ہے مجاور نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کا اندر مزار ہے - اور انہیں کی لوح ہے مگر حضرت خرقانی کا یہاں تشریف لانا ثابت نہیں ہوتا - محمود غزنوی کو تبرکات دینے تاریخ سے ثابت ہیں - بہرحال یہ درگاہ منگلوری شاہ کی مشہور ہے - یہ جو حملہ محمود سے پہلے تشریف لائے تھے - مانگرول میں مندر کی مسجد آپ ہی کی سعی سے بنی - اور آپ ہی کے اشارہ سے محمود سومنات پر آیا - چنانچہ بیان کیا جاتا ہے - کہ سومنات کا راجہ جب تک ایک مسلمان کو مورت کے سامنے قربان نہ کرلیتا تھا - مسواک نہ کرتا تھا - اسلیئے مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لایا جاتا تھا - اُن دنوں کچھ مسلمان تجارت کے لئے ان علاقوں میں آگئے تھے - پُری نامی ایک بڑھیا مسلمان تیلن کا جوان بیٹا بھی ہندؤں نے بت پر قربان کردیا - غریب بڑھیا لڑکے کے غم میں حضرت منگلوری شاہ کے پاس فریاد لے کر گئی - حضرت کے ہندو بھی معتقد تھے - اور مسلمان بھی -

بڑھیا کی مظلومیت سے حضرت کو بہت تاسف ہوا۔ اور آپ نے ایک خط محمود کو لکھا۔ جس میں سومنات کے مظالم کے علاوہ تمام راستوں اور جنگی نشیب و فراز کی اطلاع محمود کو دی۔ بڑھیا خط لیکر غزنی پہنچی۔ اور محمود کو مع لشکر لے کر آئی۔ اس عرصہ میں حضرت شاہ صاحب انتقال فرما گئے تھے۔

الغرض یہ لوح دیکھکر روضہ میں داخل ہوئے۔ روضہ کی عمارت بھی پست چار ستونوں پر قائم ہے۔ مزار پر اسرار دلچسپ ہے۔ حضرت کا عرس شب رات کی پہلی کو ہوتا ہے پچاس گھر مجاوروں کے ہیں۔ یہاں کوئی جاگیر نہیں ہے۔ عرس کے لئے ایک خفیف رقم جوناگڈہ سے ملتی ہے۔ مجاور نہایت خلیق اور متواضع ہیں۔ شیخ محمد فاضل مجاور اسوقت موجود تھے بہت اخلاق ظاہر کیا۔ اس خانقاہ سے باہر نکلے۔ جنوب میں ایک چھوٹا گنبد نظر آیا۔ جو ۱۲ ستون پر قائم ہے۔ برج میں ہندوانی طرز کی عجیب وغریب صنعت ہے۔ ہزاروں بت بنے ہوئے ہیں۔ وسط میں مائی پری کا مزار ہے۔ جو محمود کے حملہ کے باعث ہوئی تھیں اور جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ آگے بڑھے تو ایک وسیع میدان میں قبرستان نظر آیا۔ سب قبریں ایک خاص طرز کی ہیں۔ سنگ خارا کا ایک چبوترا بناتے ہیں۔ اسکے اوپر دوسرا پہلے سے چھوٹا۔ اسی طرح پانچ حصے تک بناتے ہیں اور عرض طول گھٹاتے جاتے ہیں۔ انہی قبروں میں ایک چار دیواری پر جھنڈا قائم ہے۔ معلوم ہوا اسمیں جعفر مظفر کی قبریں ہیں جن کے نام پر لڑائی فتح ہوئی تھی۔ چار دیواری کے اندر گئے۔ دو قبریں ہیں شمالی پہلو کی دیوار میں کتبہ لگا ہوا ہے۔ لیکن حروف اس قدر کمزور خراب ہوگئے ہیں کہ صاف پڑھے نہیں جاتے بسم اللہ کے بعد بنائے مسجد کی حدیث ہے اسکے بعد سوائے جعفر۔ محمود۔ جعفر کے اور کچھ پڑھا نہیں جاتا۔ اس چار دیواری کے چبوترہ پر کھڑے ہو کر نظر دوڑائے۔ میلوں میں قبرستان معلوم ہوتا ہے۔ کمبوڑوں کی قبروں پر گھوڑے کا چہرہ بنا دیا گیا ہے۔ گردن تک سیر کرتے ہوئے قلعہ پٹن کے دروازے پر پہنچے۔ یہاں آکر دل پر ایک خاص تاثیر طاری ہوئی۔

دروازہ سے دائیں طرف سید ابد موس نامی بزرگ کا گنبد ہے۔ اندرونی دروازہ کے پھاٹک کے بائیں پہلو میں ان بہادروں کی قبریں ہیں۔ جو پہلے حملہ میں کٹ کر گر پڑے۔ ان قبروں کے بائیں پہلو میں زیر دیوار تنگ و تار باؤلی ہے جسمیں پانی موجود ہے۔ یہ قبریں زرد پتھر کی ہیں۔ اور ان کے سرہانے قلعہ کی دیوار میں دو کتبے چسپاں ہیں۔ ایک زرد رنگ کے پتھر پر جسکے سرے پر محراب و کھجور اسلامی نشان ہے۔ اور نیچے سنسکرت میں عبارت ہے۔ اس کتبہ کے پہلو میں ایک سنگ مرمر کا کتبہ ہے۔ جس کی عبارت کمزور حروف اور ترکی رسم الخط کے سبب سوائے بسم اللہ اور آیت لا تدعُ مع اللہ کچھ پڑھا نہیں گیا۔ دروازہ میں داخل ہوئے۔ تو ذرا مڑ کر ایک اور پھاٹک نظر آیا۔ جو پہلے دروازہ سے زیادہ شاندار اور مضبوط ہے اس دروازے کے بائیں رخ ایک کتبہ زرد پتھر پر لگا ہوا ہے۔ مگر وہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔ قطب الدین و الدین ابو المظفر محمد۔ پڑھا گیا۔ دروازہ کے اندرونی حصہ میں نہایت عمدہ گلکاری پتھروں میں کی گئی ہے۔ ذرا آگے بڑھ کر۔ دائیں طرف دیوار میں دو کتبے سیاہ پتھروں پر سنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر ہماری بگھی آگے بڑھی اور نہایت تنگ بازاروں میں سے گزرتے ہوئے اصلی مندر تک پہنچے۔ راستہ میں جگہ جگہ خانگی مکانات اور دکانوں میں قدیم صنعت کے پتھر لگے ہوئے نظر آئے۔ اور بعض جگہ یونہی بیکار پڑے دیکھے گئے۔ یہ شہر جسکو آج کل پٹن کہتے ہیں بالکل ہندوؤں کے پرانے شہروں کی قطع پر بنا ہوا ہے۔ تنگ و تاریک متعفن ٭

الغرض مندر میں داخل ہوئے۔ پرانے زمانہ کا ایک شکستہ حال مکان دیکھ کر جی بھر آیا سامنے دروازہ پر دو سیاہ کوّے بیٹھے دھیمی آواز سے نوحہ خوانی کر رہے تھے۔ مندر ایک جدید گول احاطہ میں واقع ہے۔ اندر داخل ہوئے۔ تو جگہ جگہ بیلوں۔ شیروں۔ اور گھوڑوں کے شکستہ بت پڑے نظر آئے۔ دروازہ کے شروع میں دو رخی صحنچیاں ہونگی۔ مگر اب صرف آثار ہیں۔ دروازہ پونے چار قدم چوڑا ہے۔ آگے بڑھ کر سہ ستون دائیں طرف ہیں اور

۳ بائیں جانب۔ پھر ایک چوک ہے۔ اسی طرح تینوں رخ پر تین دروازہ ہیں۔ اور چھ چھ ستون ہیں
اس حساب سے درمیان چوک ہشت پہل ہو گیا ہے۔ وسط چوک میں ایک گول پتھر رکھا ہے جسکے
عمودی طرز سے پانچ طبقہ ہیں۔ اور پانچوں منقش ہیں۔ اس چوک کے اوپر برج ہوگا۔ مگر اب
کھلا ہوا ہے۔ جگہ جگہ شکستہ مورتوں اور پاکیزہ نقش و نگار کے نشان ہیں۔ اس چوک سے آگے
بڑھ کر ایک اور چھوٹا سا چوک ہے۔ جس میں چمکدار سنگ سیاہ کا فرش ہے۔ اس چوک کو ختم کرکے
سنگ سیاہ کی سیڑھی آتی ہے۔ اسکے بعد دو زینہ چڑھ کر اس حجرہ میں جاتے ہیں جہاں
سومنات کی اصل مورت رکھی ہوگی۔ اندر اترنے میں تین زینے آتے ہیں۔

یہ حجرہ آٹھ قدم مربع ہے۔ سامنے یعنے بت کی پشت پر دیوار میں دو طاق بنے
ہوئے ہیں۔ اور ابتدائی حصہ کی دیوار میں ایک ایک ان طاقوں پر نہایت خوبصورت نقش اور
بت تھے۔ اب ٹوٹے ہوئے ہیں اس حجرہ کا برج قائم ہے۔ صرف ذرا سا سوراخ ہو گیا ہے
وسط برج میں ایک مچان بنا ہوا ہے۔ جو کہیں کہیں سے گر گیا ہے۔ حجرہ کی دیوار پر دہ
گر گئی ہوگی جسکو معمولی طور پر چن دیا گیا ہے۔ اب اندرونی فرش صرف نرم اور گیلی خاک کا ہے
برج کے کسی دراز سے ابابیل کے بولنے کی آواز آرہی ہے۔ جس سے دل میں چوٹ لگتی ہے
ہم وسط حجرہ میں خاک پر عین اس جگہ جہاں مورت ہوگی۔ بیٹھ گئے۔ اول شیخ عبدالقادر
کو خط لکھا۔ پھر مولوی سعید احمد۔ پیرزادہ لطیف الدین میاں محمود کو فرداً فرداً لکھے (جو کچھ
ان خطوں میں لکھا۔ نہیں معلوم کیا لکھا۔ شاید کفر لکھا یا وہ لکھا جو لکھنا زیب نہ تھا۔ مگر کیا
کریں جذبات باطن سے مجبور رہے۔ کاش کوئی ہمراز پاس ہوتا تو اسکے سامنے بڑ لگا کر جی
ٹھنڈا کرتے۔ کوئی نہیں جو قلب کے اضطراب میں موجب تسکین ہوتا۔ چار خط لکھے اور خبر نہیں
کیا کیا لکھ دیا۔ یہ بڑی جگہ تھی۔ ہندوستانی میں لاثانی۔ تاریخ کا بہت بڑا ورق۔ یہ سامنے
چوکھٹ وہ چوکھٹ ہے جس پر کروڑوں سر اور ہزاروں نامور قدم رکھے گئے ہونگے۔
مندر کا بیرونی طول چالیس قدم کے فاصلہ سے ایک اور سہ دری ہے جو مسجد معلوم ہوتی

چاروں طرف ٹیلے نظر آتے ہیں۔ ان کے نیچے عمارتیں ہونگی۔ سمندر کی موجیں مندر کی دیوار کے قدموں میں لوٹتی ہوئی بڑا مزا دیتی ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھکر واپس بلاول آئے۔ مدرسہ میں قیام کیا۔

شنبہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ بلاول بندر کاٹھیاواڑ

آج سیٹھ عبدالحبیب اور مولوی ظہور الحق کے اصرار سے قیام ہوگیا۔ صبح ناشتہ کے بعد سیٹھ اپنے ہمراہ قصبہ میں لے گئے۔ اور تمام مقامات دکھلاتے ہوئے اپنی دکان پر لائے ان کے بڑے لڑکے احمد سے ملاقات ہوئی۔ جو چالیس سال کی عمر کے اور نہایت ہوشیار آدمی نظر آتے ہیں۔ چھوٹے لڑکے محمد یوسف بھی ملے۔ چاء قہوہ کی مدارات حاصل کر کے مدرسہ میں واپس آئے۔ خطوط لکھے۔ بوستان دیکھتے رہے۔ غسل کیا۔ اور شام کو مولوی صاحب کے ہمراہ بندر پر گئے واپس آکر نماز مغرب ادا کی۔ مولوی صاحب نہایت خوش الحان ہیں عجب دلچسپ قرأت سے نماز ہوئی۔ بعد از نماز سیٹھ مع دونوں لڑکوں کے ملنے آئے۔ کھانا ساتھ کھایا۔ دس بجے آخری رخصت لی۔ اور سو گئے۔ جگہ ہوادار۔ مکان اور بستر عمدہ۔ خوب نیند آئی اور صبح کو جب مولوی صاحب نے آواز دی تو آنکھ کھلی۔

یکشنبہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء جوناگڈھ ماراوھڈ

وقت کم رہ گیا تھا۔ جلدی سامان درست کیا۔ سیٹھ نے ناشتہ بھیجدیا تھا وہ لیکر سب کو آخری سلام کیا اور گاڑی میں سوار ہو کر ریل پر آئے گاڑی تیار کھڑی تھی ٹکٹ لیکر سوار ہو گئے۔ ۷ بجکر ۲۰ منٹ پر گاڑی چلی اور سوا گیارہ بجے جوناگڈھ پہنچ گئے۔ گاڑی میں سوار ہو کر منشی مختار احمد صاحب تھانوی میر منشی فارسی نواب صاحب کے مکان پر آئے منشی صاحب نہایت اخلاق اور تپاک سے ملے خاصکر ان کے چھوٹے صاحبزادے ارشاد احمد جو پیسہ اخبار میں مضمون لکھا کرتے ہیں۔ بڑے ہونہار متین و مہذب لڑکے ہیں۔ ان سے بڑے اور ایک ایک سجاد حسین ہیں جن کے دماغ میں خلل ہے۔ ان سب حضرات سے ملاقات کرکے کچھ دیر آرام

کیا۔ ۱۰ بجے کھانا کھایا۔ اور اخبار پڑھتے رہے۔ شام کو چار بجے سیر کے لئے نکلے۔ اول لائبریری میں گئے عمارت تو بڑی ہے مگر کتابیں کم۔ صرف چار الماریاں ہیں جن میں اکثر انگریزی کتابیں ہیں اسی کے پہلو میں میوزیم ہے۔ جہاں دس پانچ چیزیں جوناگڈھ کی رکھی ہیں اور بس۔ کیا ریاست کی شان ظاہر کی ہے۔ یہاں سے چلے تو راستہ میں ایک باؤلی دیکھی جسکو برہم کنڈ کہتے ہیں۔ اسکا پانی اس قدر صاف ہے کہ چار پانچ گز نیچے کا آدمی پانی کے اندر بالکل صاف معلوم ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر بہاؤ الدین کالج کی عمارت دیکھی۔ کالج تو آجکل بند ہے۔ مگر عمارت کی سیر ہو گئی۔ خاصی عمارت ہے۔ درمیانی ہال اسٹریچی ہال کے ہم پلہ ہے۔ یہاں سے باغ میں گئے راستہ میں مدنی باغ آیا۔ مگر اسکو نہیں دیکھا۔ اس باغ میں گئے جہاں شیر ہیں۔ اندر داخل ہوتے ہی دو جوڑیاں پہلوانوں کی نظر آئیں۔ جو کشتی میں مصروف ہیں۔ یہ مٹی کے بت اچھے بنائے ہیں۔ اور وہ شیر دیکھے۔ یہ بھی مٹی کے ہونگے یا پتھر کے۔ اندر گئے۔ چند سیاہ دراز ریش بندروں کو دیکھکر شیروں کے کمروں کی طرف گئے۔ ایسے شیر ہم نے آجتک نہیں دیکھے۔ اصل ببر۔ خاکی رنگ۔ چہرہ اس قدر ڈبل کہ خوف آتا ہے۔ نہایت طول طویل۔ گردن پر سیاہی مائل بال ہیں یہ پانچ چھ جوڑے ہیں۔ ان کو دیکھکر واپس آئے باغ کی پرانی مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر ریلوے سٹیشن پر آئے۔ اسکے قریب باغیچہ ہے وہیں مغرب پڑھی۔ بہادر خان صاحب نواب مرحوم کا مقبرہ دیکھا نہایت خوبصورت اور بالکل نئی وضع کا مقبرہ ہے اور اندرونی شان و شوکت ایسی کہ بزرگ کا مزار معلوم ہوتا ہے چاندی کا کٹہرا ہے۔ دو قبریں ہیں ایک پرانے نواب صاحب ہیں۔ اسکے سامنے مکانات ہیں جہاں بیرونی ملازمین رہتے ہیں۔ مولوی محمد جمیل سابق مدرس مدرسہ فتح پوری۔ حال ملازم نواب صاحب جوناگڈہ یہیں رہتے ہیں ملاقات ہوئی۔ ایک اور مولوی صاحب ملے۔ جو بنارس کے علاقہ کے رہنے والے ہیں۔ وہیں پر منشی غلام محمد کے مکان پر گئے سنا تھا کہ بہت بڑے مورخ ہیں۔ مگر ملاقات نہ ہوئی کل صبح ملینگے۔ مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ منشی صاحب سے مختلف مسائل پر گفتگو کی

بچارے گو عالم فاضل ہیں مگر مدرد جہ محدود خیال ہیں۔ وہ تشریف لے گئے تو ہم اور میاں
ارشاد میں باتیں شروع ہوئیں۔ بھولا لڑکا ہے۔ دیر تک دلچسپ باتیں رہیں۔

آخر ان کو بھی رخصت کیا اور ہم سو گئے۔ تھکے ہوئے تھے خوب نیند آئی۔

جوناگڈہ خاصا شہر ہے۔ عمارتیں تو بہت اچھی اور کثرت سے مگر آدمی کم اس لیے
اجاڑ اور ویران نظر آتا ہے۔

دوشنبہ ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء جوناگڈہ مدارادھٹہ

آج صبح ماسٹر علی محمد صاحب کے ہمراہ سیر کو گئے۔ اول گاڑی خانہ دیکھا۔ ایک گاڑی
سنہری، روپہلی ہے۔ باقی دوسری طرز کی مگر سب فرسٹ کلاس یہ دیکھ کر مہابت اسکول
دیکھا۔ ماسٹر صاحب اسی اسکول میں پڑھاتے ہیں۔

اسکول کی عمارت معقول ہے جامع مسجد سامنے تھی۔ گئے۔ واہ۔ واہ بالکل نرالی
طرز کی خوشنما و خوبصورت مسجد ہے۔ اسکو دیکھ کر بہادر خان صاحب کا مقبرہ دوبارہ دیکھا
مزار کے دائیں رخ کچھ زریں اور ریشمی کپڑے آویزاں ہیں۔ جن پر ترکی حکومت کی تعریف اور
عربی طغرے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر باہر آئے۔ پہلو میں بہاؤالدین میاں سابق
وزیر جوناگڈہ کا مقبرہ ہے۔ یہ وزیر صاحب نے اپنی حیات میں تعمیر کرا لیا ہے۔ اب تک
خالی چوکا قبر کی جگہ لگا ہوا ہے۔ اچھا مقبرہ ہے۔ گرد کے چار مینار نہایت خوشنما
معلوم ہوتے ہیں اور ان کے زینے نرالی طرز کے ہیں۔ یہاں سے ماسٹر صاحب کے ہمراہ
ہاشم بھائی افسر جیلخانہ کے پاس گئے۔ ان کے لڑکے شجاعت خاں سے ملے۔ جو ماسٹر صاحب سے
پڑھتے ہیں۔ اور آجکل علی گڈہ کالج میں داخل ہیں۔ سولہ برس کی عمر کا ہونہار بچہ ہے
بہت ادب سے ملا۔ اوسکو ہمراہ لے کر جیلخانہ دیکھنے گئے۔ جیل خانہ کیا ہے۔ راحت خانہ
یا صحت خانہ ہے ہر قیدی شاداں فرحاں اور اس قدر توانا کہ پہلوان معلوم ہوتا ہے
ریاست نہایت عمدہ سلوک کرتی ہے۔ ہر چیز کو اور ہر قیدی کو خوب غور سے دیکھا

اور عزیز شجاعت خان سے قید ہی کی پر اسلر باتیں کیں۔ ہندو اور مسلمان قیدی جوق جوق جمع ہو گئے اور ہماری باتیں سننے لگے۔ وہ جیل کی قید سے آزادی پسند کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کیا اصل قید سے رہائی کا بھی ارمان کرتے ہو۔ ان باتوں سے ان کو بہت دلچسپی ہوئی خصوصًا شجاعت خان توجہ سے سنتا رہا۔

آخر میں ہم کو ایک سرنگ میں لے گئے۔ جو تقریبًا تیس چالیس قدم لمبی ہوگی سرنگ میں سے اوپر مینار کا رستہ ہے۔ یہ مینار پانی کے نلوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ اسکے اوپر سے تمام شہر سامنے نظر آتا ہے۔ سب مقامات کی سیر کرکے باہر چلے راستہ میں ایک چھوٹا سا برج نظر آیا۔ یہ بلیک ہول ہے۔ جو قیدی زیادہ سرکش اور شریر ہوتے ہیں اسمیں بند کر دئے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ ورنہ مر جائیں۔ تھوڑی دیر بھی ان کے لئے ایک قیامت ہوتی ہے۔ کیونکہ اسمیں ہوا کا صرف ایک سوراخ ہوتا ہے۔ باقی بالکل قبر کا نمونہ ہے۔ ہم اس سزا کو وحشت سے خالی نہیں سمجھتے +

باہر آئے۔ ماسٹر صاحب کو رخصت کیا۔ مکان پر آکر کھانا کھایا۔ کچھ آرام کیا۔ پانچ بجے ہم ارشاد احمد صاحب ان کے بھائی سجاد احمد پرانا قلعہ دیکھنے گئے۔ یہ بہت پرانا قلعہ ہے اسی کے سبب جوناگڈھ مشہور ہے۔ جونا گجراتی میں پرانے کو کہتے ہیں۔ اول ایک نہایت عالیشان پھاٹک نظر آیا۔ اندر داخل ہوئے تو دائیں رخ دیوار کی جھوت میں ہندوؤں کا مندر ہے۔ اسکے بعد گنیش کا مندر۔ اسکے برابر مسجد۔ عجیب کچھڑی نظر آئی۔ پھاٹک ہندوانی طرز کا ہے۔ اول وہ مقام دیکھا جہاں پانی کے نلوں کا ذخیرہ ہے۔ اسکے بعد توپ دیکھی جو کسی مصری کی ساخت ہے اور تقریبًا ۱۰ گز طویل ہے۔ دو توپیں اور بھی اسی صورت کی دیکھی گئیں۔ جن پر مصری مارک کی عبارت ہے۔ قلعہ کے کل مقامات گہری خوفناک باولیاں خندق۔ کھوئیں۔ پتھر کی کان۔ اور وہ مقام جہاں مجرم قتل کیا جاتا تھا۔ خوب تفصیل سے دیکھا ان سب کے بعد نہایت عالیشان خوبصورت مسجد دیکھی جو دہلی کی کلاں مسجد کی طرز کی ہے۔ مگر

سنگین وخوشنمائی نہایت اعلیٰ ہے بے آباد و ویران خراب حالت میں پڑی ہے ۔ ریاست کو کچھ توجہ نہیں ۔ شام کو واپس آئے ۔ سید واڑہ کی مسجد میں نماز پڑھی وہاں مولوی فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے خلیفہ صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ جو تیرہ برس سے ایک ہی مقام پہ بیٹھے ہیں ۔ پچاس کے قریب عمر ہے اور اچھے آدمی ہیں ۔ وہ شکیل لڑکے خدمت میں ہیں مکان پر آئے ۔ کھانا کھایا ۔ ماسٹر علی محمد صاحب آگئے ان کے ہمراہ بازار گئے راستہ میں کریم بخش پہلوان مل گیا ۔ یعنی کریم پہلوان والا ۔ بہت محبت و اخلاق سے ملا ۔ آج پیام آیا تھا کہ بہاؤالدین میاں صاحب سابق وزیر سے ملاقات کریں ۔ مگر عدیم الفرصتی کے سبب انکار کیا ۔ چلنے کی تیاری ہوئی ۔ اسباب درست کیا ۔ کھانا کھایا اور سو گئے ۔ آج طبیعت اچھی ہے مگر گرمی کے سبب ذرا پریشانی ہے ۔

شنبہ ۸ ۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء جوناگڑھ ۔ مدار او ٹھہ

آج چار بجے بیدار ہوئے ۔ سامان درست کیا ۔ گاڑی آگئی ۔ منشی ممتاز احمد صاحب رخصت ہو کر میاں سجاد احمد اور ولی میاں کو ہمراہ لیکر ریل پر آئے احمد آباد کا ٹکٹ لیا اور چھ بجے روانہ ہو گئے ۔ راستہ میں ٹونک کے ایک حکیم صاحب کا ساتھ ہو گیا خوب آرام و دلچسپی رہی یا رہ بجے دھولہ جنکشن پر گاڑی بدلی ۔ شام کے قریب بیرم گاؤں پر گاڑی بدلی ۔ وہاں نظام میاں اور قریشی مل گئے ۔ یہ بھی احمد آباد چلتے ہیں ۔

وہیں سے بابو شرف الدین صاحب احمد آبادی گارڈ ریلوے جو کہا رے گھوڑے سے بیرم گاؤں تک گاڑی لاتے لیجاتے ہیں ۔ مل گئے ادھیڑ آدمی ہیں ۔ فقیر دوست اللہ شکر سے ہوشیار معلوم ہوتے ہیں ۔ بعد مغرب ریل چلی ۔ یکایک رمضان المبارک کا چاند نظر آیا ۔ خدا مبارک کرے ۹ بجے احمد آباد پہنچے رضا میاں موجود تھے ۔ اسی گاڑی میں محمد علیخان صاحب آکسن بمبئی جاتے ہیں ۔ ملاقات ہوئی ۔ اور باتیں ہوئیں ۔ نواب محسن الملک کے نواسے ہیں ۔ ان سے مرخص ہو کر باہر آئے ۔ رضا میاں کے چھوٹے بھائی ملے ۔ یہ ہمارے

حقدار شاہ سے بڑے ہیں۔ ان کا نام روح الحق ہے۔ مکان پر آئے۔ فصیح الحق حقدار شاہ ملے۔ کھانا کھایا۔ اور کچھ دیر نا قابل بیان اسرار کا ہجوم رہا۔ سو گئے۔ اور خوب نیند آئی

چہارشنبہ ۹۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ یکم رمضان المبارک۔ احمد آباد۔ پانچ بجے۔

سفر کے سبب روزہ نہیں رکھا۔ اسلیئے اول ناشتہ کیا۔ اور فرید میاں صاحب سے ملنے شاہ پور گئے۔ ملاقات ہوئی ہم نے اپنا حال و پتہ ظاہر نہ کیا۔ اور علی گڈہ کالج و نیچریہ کی بدگوئی شروع کردی۔ شاہ صاحب نے انکی حمایت کی۔ اس طرح خوب دلچسپ مگر سخت مکالمہ ہوتا رہا۔ شاہ صاحب کی حمایت میں ایک صفی پوری مولوی صاحب بھی بولتے رہے الغرض دو گھنٹہ کامل بحث مباحثہ کے بعد راز کھلا اور رضا شاہ کے سبب ہم ظاہر ہو گئے۔ شاہ صاحب کے اندرونی خیالات کا خوب اندازہ ہو گیا۔ پھر تو خوب اخلاق کی باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ کے قریب ہم واپس آئے اور جیلانی شاہ کے بھائی صاحب سے ملاقات کی عجب فرشتہ خصلت بزرگ ہیں۔ یہاں سے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ جمال شاہ کے بھائی ملنے آئے کمال شاہ خطاب دیا گیا۔ آدمی وجیہ و خوبصورت ہیں گھڑی سازی کی دکان ہے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ بیدار ہوئے۔ رضا شاہ اور قریشی میاں کے ہمراہ موضع آسار وا میں گئے۔ جو احمد آباد سے ڈیڑہ میل فاصلہ پر ہے۔ یہاں دائی ہری کی باولی دیکھی۔ سات طبقہ کی نہایت خوبصورت سنگینی پختہ باؤلی ہے +

کتبے عربی میں بھی ہیں۔ اور سنسکرت میں بھی ۹۲۶ھ اور سلطان محمود بن محمد شاہ کا عہد۔ اسکو دیکھ کر سٹیشن اسار وا سے ریل میں سوار ہو کر احمد آباد آئے۔ اسٹیشن پر قدیمی مینار دیکھے۔ ہوٹل میں پانی پیا۔ نئے مارکیٹ میں اخبار پولٹیکل ہومیو کے دفتر میں گئے۔ نظام خاں ملے۔ یہ ایڈیٹر نور خان کے لڑکے ہیں۔ لائق جوان معلوم ہوتے ہیں کچھ پھر کے واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ بات چیت رہی +

قریشی میاں کو یہ میں شاہ کا خطاب دیا۔ یہ بالکل آسمانی اور غیبی لقب ہے۔

خدا ان کو اپنے پریم سے بہرہ ور فرمائے۔ بارہ کے قریب سو گئے۔ خوب عمدہ نیند آئی۔ مگر صبح چار بجے سے فقیروں کا وہ تانتا لگا کہ خدا کی پناہ۔ یہ سینکڑوں لگاتار آتے ہیں۔ گاتے۔ پڑھتے۔ غل مچاتے اور خیرات پاتے ہیں۔ نیند اچٹ گئی۔ پھر نہ آئی۔ جی بھاری ہے ❊

پنجشنبہ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۰ء احمد آباد۔ پانچ بجے

نماز سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا۔ دس سے پہلے میر فضل حسین قطبی البخاری بلانے آئے۔ چنانچہ ہم۔ رضا شاہ۔ پریمی شاہ۔ روانہ ہوئے۔ راستہ میں جناب سید غیاث الدین احمد صاحب قادری سجادہ نشین حضرت شاہ عبد الوہاب صاحب بغدادی مل گئے۔ یہ بزرگ ہمارے جیلان کے شاہ بھائی ہیں۔ آدمی پرانی وضع کے ہیں۔ عقلمند۔ ہوشیار۔ قدیم و جدید تعلیم یافتہ مزاج میں قدیمی وضعداری زیادہ ہے۔ الغرض سب لوگ سابرمتی ندی کے پل سے گزر کر الیس برج اسٹیشن پر گئے اور ٹکٹ لیکر سرخیز (موضع سرکھیج) پہنچے یہاں کچھ زیارتیں کرنی ہیں۔ اول زیارت حضرت بابا علی شیر کی ملی۔ ان کے مزار کا گنبد بالکل حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کی طرز کا ہے۔ اندر گئے۔ حوض و مسجد نو تعمیر نظر آئی۔ وضو کیا۔ اسکے بعد کچھ دیر دم لیا۔ سید غیاث الدین صاحب نے حامد میاں صاحب قونسوی کی ملاقات کا تذکرہ سنایا۔ اسکے بعد زیارت کی۔ روضہ خاصا وسیع ہے۔ چوبی مسہری میں حضرت بابا علی شیر کا مزار ہے یہ مجذوب بزرگ تھے۔ ان کی برابر ان کے طوطے کی قبر ہے۔ جس پر سبز غلاف چڑھا ہوا ہے روضہ کے باہر ایک سانپ کی قبر ہے۔ جو غالباً بابا کا پالتو ہوگا۔ اس درگاہ میں اب تک ایک وحشت کا اثر ہے۔ رات کو یہاں کوئی آدمی نہیں رہ سکتا ہیبت آتی ہے۔ یہاں سے چلے تو حضرت شیخ احمد کھٹو کے مزار پر گئے۔ یہ نہایت عالیشان درگاہ ہے۔ اول ایک پختہ سنگین خوشنما حوض ملتا ہے۔ جس میں پانی خوب بھرا ہوا ہے۔ اسکے پہلو میں شاہان گجرات کے شکستہ محل نظر آتے ہیں۔ آگے بڑھ کر حاطہ درگاہ میں داخل ہوئے۔ بڑا وسیع صحن ہے۔ اول نماز ظہر ادا کی مسجد ہندوستان بھر میں لاثانی ہے۔ کیونکہ بالکل مسجد نبوی مدینہ منورہ کی شکل پر بنائی

گئی ہے۔ کچھ فرق نہیں ہے۔ اس صورت کو دیکھ کر مدینہ یاد آگیا اور دیر تک جی بے چین رہا۔ ممبر نہایت عالیشان ہے۔ اور ممبر کے سامنے صف اول میں چار گز مربع سنگ مرمر کا چبوترہ بنا ہوا ہے۔ خبر نہیں یہ کیوں بنایا گیا ہے۔ شائد قاضی یا شیخ المشائخ یہاں نماز ادا کرتے ہوں۔ بادشاہ کے واسطے مسجد کے دائیں رخ جگہ بنی ہوئی ہے جو ہر طرح محفوظ ہے۔ نیچے عورتوں کے لیے اور اوپر بادشاہ اور ان کے باڈی گارڈ کے لیے۔ افسوس آج نہ بادشاہ ہے نہ وہ شان و شوکت کی نماز۔ ہم دس پانچ آدمیوں کی جماعت مسجد میں معلوم بھی نہ ہوئی نماز سے فارغ ہو کر حضرت شیخ احمد کے مزار پر گئے عجب عظیم الشان عمارت ہے۔ چاروں طرف پتھر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں مگر سب الگ الگ وضع کی اور اس قدر خوبصورت اور نفیس کہ بس سبحان اللہ عقل حیران ہوتی ہے۔

روضہ کے دروازہ پر حسب ذیل کتبہ لگا ہوا ہے۔

بحر کف احمدی چو دُر ریز شود — دامانِ امید گنج پرویز شود
از بہر سجود درگہش نیست عجب — گر روئے زمین تمام سرسبز شود

حضرت شیخ احمد کھٹو برہمن زادے تھے۔ مسلمان ہو کر یہ رتبہ پایا کہ شاہان گجرات کے پیر مرشد بنے۔ چشتیہ سلسلہ سے تعلق تھا۔ ابتدائی دروازہ میں داخل ہو کر ایک غلام گردش ملتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور دروازہ آتا ہے۔ اندر روضہ بہت وسیع ہے مگر دیسی چراغدانوں کے سبب میلا اور سیاہ بنا ہوا ہے۔ پتھر کی کٹہرہ پر سیپ کی راؤٹی قائم ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں سے یہ سیپ کم ہیں۔ تاہم اچھا کام ہے۔ اس درگاہ میں بھی دیکھا اور بابا علی شیر کے یہاں بھی کہ مزار کے بائیں ستون میں کپڑے کے گھوڑے کثرت سے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

اصل میں یہ عورتوں کے چلہ ہیں۔ اولاد وغیرہ کی تمنا میں گھوڑا بطور چلہ پیش کرتی ہیں۔ ہم نے تین گھوڑے نمونہ کے لئے توڑ لئے۔ یہ دیکھ کر باہر آئے تو سامنے شاہان گجرات کے مقبروں میں چلے گئے۔ یہ بھی مستقل طور پر ایک عالیشان عمارت ہے۔ درمیان میں تین قبریں ہیں۔ وسط میں محمود بیگڑے کی قبر ہے۔ ان تینوں قبروں پر اس قدر باریک اور نفیس کام ہے کہ عقل چکر میں آتی ہے۔ ان قبروں پر بھی غلاف پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ احمد کے گنبد کے وسط میں ایک نقرئی زنجیر آویزاں ہے۔ جو نصف کے قریب دوہری ہو کر اوپر جاکر اٹکی ہوئی ہے۔ عام خیال ہے کہ کسی چور نے بری نیت سے اس پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اسلئے یہ الٹ کر اوپر چلی گئی لیکن حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ قدیم دستور کی موافق اس زنجیر میں طلائی کٹورہ لگا ہوا ہوگا اور وہ مزار کے قریب ہوگا۔ جب سیپ کی راوٹی جہانگیر کے عہد میں بنائی گئی تو زنجیر الٹ کر اوپر کر دی گئی۔ اور کٹورہ توڑ لیا گیا۔ بہرحال میں زنجیر و کٹورہ کی رسم دہلی کی عمارتوں میں بھی عام طور پر پائی جاتی ہے۔

چار بجے روانہ ہو کر شاہان گجرات کے محل دیکھتے ہوئے ریل پر آئے سوار ہو کر احمد آباد پہنچے۔ مغرب کے بعد حضرت شاہ عبد الوہاب بغدادی کے روضہ پر آئے یہ ہمارے سید غیاث الدین صاحب کے جد کا مزار ہے یہاں آکر عجیب تماشا دیکھا۔ بیسیوں عورتیں جھوم رہی تھیں۔ چیخ رہی تھیں۔ لوٹ رہی تھیں۔ بڑبڑا رہی تھیں ان پر آسیب ہیں۔ حضرت بغدادی صاحب کی نسبت ان کا عقیدہ ہے کہ یہاں آسیب جاتا رہتا ہے۔ ہندو عورتیں زیادہ تھیں۔ یہاں سے شاہ صاحب کے مکان پر گئے۔ کھانا کھایا۔ حضرت سیدہ عالم۔ فاطمہ زہرا کا عرس ہوا۔ ہم نے ایک دعا پڑھی جو اخبار میں جائیگی۔ اسکے بعد مکان پر آئے۔ تھکے ہوئے تھے۔ جلدی سو گئے۔

جمعہ ۱۱- اکتوبر ۱۹۱۸ء - احمد آباد گجرات

آج صبح اول وکیل کے لئے مضمون بنت رسول کا عرس لکھا۔ اس کے
بعد کھانے سے فارغ ہو کر نماز جمعہ کے لئے گئے۔ میاں جان خان صاحب عرف
کمالی شاہ ہمراہ تھے۔ نماز شاہی جامع مسجد میں ہوئی۔ یہ مسجد تمام ہندوستان میں
لاثانی ہے۔ مندر تھا۔ مسجد بن گیا۔ مگر کیا عالیشان مندر ہوگا۔ بعد از نماز مقبرہ سلطان
احمد بادشاہ گجرات و بانی احمد آباد کے مزار پر گئے۔ یہ جامع مسجد کے سامنے ہے
نہایت خوبصورت مقبرہ ہے وسط گنبد میں تین قبریں ہیں۔ درمیانی قبر
سلطان احمد کی ہے (تمام احمد آباد کی قبروں اور عمارتوں میں ایک خاص علامت دیکھی
جاتی ہے۔ کہ ایک چیز گلاب پاش یا ہانڈی کی شکل کی زنجیر میں آویزاں ہے اور زنجیر
کے اوپر سرے پر پھول بنا ہوا ہے۔ یہی صورت سلطان احمد اور سلطان محمود
کے مقبروں پر پائی گئی۔ سلطان احمد کی قبر بھی نہایت نفیس صنعت کا نمونہ ہے یہ
سب چیزیں میاں عبدالغفار صاحب نے دکھائیں۔ یہ سنی بوہرے ہیں۔ ان کے
لڑکے لاہور میں ٹوپی کی دکان کرتے ہیں۔ اور ایک ہوٹل بھی کیا ہے۔ یہیں مقبرہ میں
محمد عثمان کنکوڑی والے سے ملاقات ہوئی۔ یہ نوجوان سوداگر ہیں اور احمد آباد و بمبئی
میں دکانیں ہیں۔ یہاں سے ٹم ٹم کرایہ کی اور فرید میاں صاحب کے ہاں گئے۔ وہ تو
موجود نہ تھے چشتی پوری حکیم صاحب ملے۔ فرید میاں صاحب بھی آ گئے۔ بزرگان اور
خواجگان کی باتیں ہوتی رہیں۔ ان کے ہاں ایک کتاب فخرالاولیاء ہے۔ سوائے
ایک کے دوسری نہیں پائی جاتی۔ فرید میاں اسکی اشاعت یا نقل پسند نہیں کرتے
ایک کتاب شجرۃ المحمود نامی ہم کو دکھائی یہ محمود میاں صاحب کے کسی حیدر آبادی مرید
کی لکھی ہوئی ہے۔ اسمیں حضرت محبوب الٰہیؒ کے اکثر خلفا کے نام ہیں۔ وہی بارہ
خلفا کے مزارات احمد آباد میں بھی معلوم ہوئے۔ شام کے قریب مغرب ہو گئے۔

واپسی کے وقت فرید میاں صاحب اپنے بزرگوں کی زیارات کرانے لے گئے۔ ایک چھوٹے سے احاطہ میں قبرستان ہے۔ اور وہاں ایک راؤٹی میں تین قبریں ہیں غرب میں اول حضرت شیخ میاں جی کی تربت ہے جو حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے والد تھے مگر سلسلہ نظامیہ فخریہ میں شیخ میاں جی کا نام نہیں آتا۔ شیخ صاحب کے مزار کے بعد ان کے فرزند حضرت شیخ حسن محمد چشتی کا مزار ہے۔ اور ان کے بعد حضرت شیخ محمد چشتی کا۔ اس راؤٹی سے الگ شرق میں دوسری راؤٹی ہے اور اسمیں حضرت محمود میاں صاحب کا مزار ہے۔

یہ زیارتیں کر کے واپس آئے تو حضرت شیخ حسن محمد چشتی کی مسجد دیکھی جو فرید میاں صاحب کے مہمان خانہ کے متصل ہے۔ نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ بنائے شیخ مادہ تاریخ ہے۔ اس مسجد کے سامنے شہزادہ مراد کا مکان تھا یعنی عالمگیر کے بھائی کا کتبہ لگا ہوا ہے اب اس مکان میں انگریزی سکول ہے اور فرید میاں کرایہ لیتے ہیں۔ عالمگیر یہاں صوبہ دار بنکر آیا تھا۔ اور حضرت کے خاندان سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔

شام کو مکان پر آئے کھانا کھایا۔ بات چیت کی اور سو گئے۔ الحمد للہ طبیعت بحال ہے۔ حقدار شاہ اور ان کے بھائی روح الحق کا پرسوں امتحان ہے دعا کی گئی۔

شنبہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء احمد آباد

آج صبح ۹ بجے رضا شاہ بمبئی گئے۔ بڑودہ قیام کرتے ہوئے جائیں گے۔ دوپہر تک ہم اخبارات وغیرہ کے شغل میں رہے۔ کل شام کو دہولقہ سے منشی احمد علی صاحب ملنے آئے تھے۔ وہ تمام شب پاس رہے۔ دہولقہ لے چلنے کا اصرار کرتے تھے۔ مگر ہم نے عذر کر کے آئندہ کا وعدہ دیا۔ منشی صاحب کے ہمراہ حکیم عبداللہ میاں صاحب تشریف لائے۔ بی۔ اے کلاس میں پڑھتے ہیں۔ آدمی سمجھدار ہیں۔ دعوت دی

مگر منظور کرنا مشکل تھا۔ اسلیے عذر کیا۔ چار بجے ہم بری شاہ۔ نظام شاہ۔ کمال شاہ سیر کو نکلے۔ اول کانکریا تالاب پر گئے۔ اس کا اصلی نام حوض قطب ہے۔ پختہ سنگین حوض ہے چاروں طرف سنگین سیڑھیاں ہیں۔ حوض تخمیناً پندرہ ہزار گز مربع ہے۔ چاروں طرف پختہ سڑک پر چلکر اندازہ لگایا جائے تو ۳ میل کا چکر ہے۔ حوض کے وسطی کنارے پر ایک باغ اور کچھ مکانات بنے ہوئے ہیں اب گورنمنٹ انگریزی نے اسکی خوب مرمت کی ہے۔ اور بالکل نیا بنادیا ہے۔ بنا کی تاریخ ۸۵۰ھ ہے۔ سلطان قطب شاہ نے بنایا۔

یہ دیکھکر حضرت شاہ عالم صاحب کے مزار پر گئے۔ اول ایک فصیل آتی ہے۔ اور اسکے پھاٹک میں داخل ہوتے ہیں۔ پھاٹک کے بیرونی طاقوں میں لوگ پتھر پھینکتے ہیں اگر طاق میں رہ گیا کام ہوگا۔ ورنہ بری فال ہے۔ ہم نے مسلمانوں کی ترقی کا خیال کرکے بطور فال پتھر پھینکا تو وہ طاق میں رہ گیا۔ اسوقت بڑی خوشی ہوئی اور قومی بہتری کا یقین ہوگیا آگے بڑھے تو ایک احاطہ اور پھاٹک آیا۔ اندر گئے تو سامنے خاص درگاہ کی عمارتیں نظر آئیں۔ بڑی عظیم الشان درگاہ ہے۔ تیسرے دروازہ میں داخل ہوتے ہیں تو اجمیر شریف کا سا لطف آتا ہے دائیں طرف مسجد ہے مگر عظیم الشان مینار نہایت بلند اور خوشنما۔ مسجد میں اداسی اور پریشانی۔ شہد کی بڑی بڑی چھتیاں لگی ہوئی تھیں۔ روضہ کا گنبد اور غلام گردش کی عمارت بہت اچھی ہے۔ غلام گردش وقدم عریض ہے۔ روضہ بھی اندر سے وسیع ہے۔ سنگ مرمر کے ڈیڑھ گز بلند کٹہرہ میں حضرت شاہ عالم صاحب کا مزار ہے۔ یہ حضرت سہروردیہ طریقہ کے بزرگ تھے۔ شاہان گجرات کے ہاں آنکا بڑا رسوخ تھا۔ مزار کے اوپر سیپ کی ایک راؤٹی ہے اور شتر مرغ وغیرہ کے انڈے آویزاں ہیں اگرچہ روضہ نہایت خوبصورت اور فراخ ہے مگر جانور ابابیلیں وچمگادڑیں رہتی ہیں۔ جس سے تمام روضہ میں بدبو آتی ہے۔ سجادہ نشین نوجوان آدمی ہیں۔ سید امام بخش نام ہے۔ موسیٰ میاں کے لڑکے۔ احمد آباد میں رہتے ہیں۔ وہ تین گاؤں جاگیر میں ہیں۔

اس درگاہ کے مصارف کے لیے ۱۹ جمادی الثانی کو ان کا عرس ہوتا ہے۔ مسجد کے قریب ایک اور خوبصورت مقبرہ ہے۔ اس میں درمیانی قبر کے سینہ پر ایک پتھر نصب ہے۔ جن میں قدموں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ مسجد میں وہ چوبی تخت آویزاں ہیں جن پر حضرت وعظ فرمایا کرتے تھے۔ مسجد کے صحن میں پانی کے ٹانکے ہیں۔ جن میں برسات کا میٹھا پانی بھرا رہتا ہے۔

درگاہ کے سرہانے مجلس خانہ ہے جسکو یہاں دیوان خانہ کہتے ہیں۔ سب دیکھ کر واپس آئے۔ تو غرب میں ایک درگاہ نظر آئی۔ معلوم ہوا ایک وقت ان دونوں درگاہوں کی زیارت ناجائز ہے۔ مکان پر آئے کھانا کھایا۔ اور ناٹک کے تماشہ میں گئے۔ رام چندر جی کا تماشہ تھا احمد میاں صاحب بھی تھے۔ خوب لطف رہا۔ گجراتی تماشہ تھا۔ زبان ہم نہ سمجھے لیکن انداز سے واقعات سب معلوم ہو گئے۔ سنا ہے کہ اب کوئی نیا تماشہ ہونے والا ہے جس میں مسلمان بادشاہوں کی توہین کی جائے گی۔ افسوس۔ ایسے ڈرامے کو روکنا چاہیے۔ ۲ بجے واپس آئے۔ واپسی میں آریہ ڈراما نویس سے ملاقات ہوئی۔ آدمی ہوشیار اور ہمہ دان ہے۔ نوجوان سندھی ہے۔

پریمی شاہ کے مکان میں آکر جھولے میں سو گئے اور خوب آرام کی نیند آئی +

یکشنبہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء۔ احمد آباد گجرات

رات کے جاگنے کے سبب دیر تک سوتے رہے۔ ساڑھے نو بجے حقدار شاہ فرشتۂ رحمت بنکر آئے اور آرام کی نیند سے آسایش کی بیداری میں داخل کیا۔ جھولے میں تھے۔ خوب جھولے۔ حقدار شاہ نے وہیں ناشتہ پیش کیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد غسل کر کے حقدار شاہ کے مکان پر آئے۔ کچھ لکھا اور کھانا کھا کر نظام شاہ صاحب کے ہمراہ زیارتوں کے لئے چلے۔ دہلی دروازہ کے باہر کیمپ کی سڑک پر اول حضرت بارک اللہ شاہ صاحب کا مزار ملا یہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے خلیفہ تھے۔ چھوٹا سا مقبرہ اور مسجد ہے۔ آگے بڑھکر حضرت موسیٰ سہاگ

صاحب کی درگاہ ہے۔ یہ حضرت بھی ہمارے حضور کے خلیفہ ہیں۔ اول ایک وسیع احاطہ ہے۔ دروازہ میں داخل ہو کر ایک اور احاطہ نظر آتا ہے۔ اس احاطہ کے دروازہ پر ایک خشک قدیمی درخت ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چمپا کا درخت ہے۔ اور حضرت کے زمانہ کا ہے۔ اسمیں لوگ منت کی چوڑیاں ڈالتے ہیں۔ حضرت موسیٰ سہاگ اور ان کے سلسلہ کے فقیر سہاگن عورتوں کے لباس میں رہتے ہیں۔ اسلیئے ان کی درگاہ میں چوڑیاں چڑھائی جاتی ہیں۔ دوسرے احاطہ میں داخل ہو کر ایک مسجد ہے اور حضرت کا چھوٹا سا روضہ روضہ کا گنبد گو چھوٹا سا ہے مگر حضرت امیر خسرو کے گنبد کی ہمشکل ہے۔ اسکے اندر چار قبریں ہیں۔ اور ان پر سرخ غلاف پڑا ہوا ہے۔ یہ چاروں قبریں حضرت کی بیان کیجاتی ہیں۔ ان پر بھی چوڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ روضہ کے گرد میں قبرستان ہے اور ان قبروں پر چونہ میں چوڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ یہ درگاہ گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے۔ نذر ایک مقفل بکس میں ڈالی جاتی ہے۔ جس کی گورنمنٹ مالک ہے۔ کچھ فقیر بطور مجاور و خدمت گزار یہاں رہتے ہیں۔ جو سرخ لباس پہنتے ہیں۔ رجب کے مہینہ میں ۱ تاریخ کو حضرت کا عرس ہوتا ہے یہاں سے واپس ہو کر حضرت سید پیر محمد شاہ صاحب کے مزار پر آ گئے۔ یہ نہایت عالیشان درگاہ ہے۔ وسط میں خوبصورت و خوشنما گنبد ہے۔ سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اور مزار ایک آراستہ و پیراستہ چھپر کھٹ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ سید پیر محمد شاہ قادری سلسلہ کے فقیر تھے۔ اکثر بوہروں کو مرید کرتے تھے۔ چنانچہ اب بھی اس درگاہ کے سنی بوہرے مہتمم ہیں۔ درگاہ کو سات ہزار سالانہ کی آمدنی ہے۔ اور ۳ ہزار کا خرچ ہے۔ ایک ممبروں کی کمیٹی انتظام کرتی ہے۔ صدر انجمن عبداللطیف صاحب سفری ہیں۔ سب ممبر بوہرہ قوم کے ہیں۔ جیسی صاف ستھری اور شاندار یہ درگاہ ہے۔ احمد آباد میں اور کوئی نہیں یہاں سے حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب گجراتی کے مزار پر گئے۔ یہ بھی معقول درگاہ ہے حضرت شاہ صاحب بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ سلسلہ شطاریہ سے تعلق تھا۔ حضرت

محمد غوث گوالیری سے بھی فیض لیا ہے۔ سنہ ۹۹۰ھ میں رحلت فرمائی۔ آپکے مدرسہ میں سینکڑوں عالم ہوگئے۔ اسلیئے آپکو مولوی گر کہا جاتا تھا مزار پر ایک چوبی راوٹی بنی ہوئی ہے جسمیں سیپ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ راوٹی بالکل ہمارے حضور محبوب آلہیؒ کے راوٹی کے مثل ہے ایک شمہ فرق نہیں۔ اکثر سیپ جھڑ گئے ہیں۔ اشعار سے معلوم ہوا کہ مرتضیٰ خان الملقب فرید خان ودیاول کی بنائی ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں حضرت محبوب آلہیؒ کے روضہ شریف میں بھی انہی فرید خاں نے سیپ کی راوٹی بنائی تھی۔ فرید خان جہانگیر بادشاہ کے امرا میں تھے اور غالباً حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی اولاد میں سے تھے ✤

کٹہرہ پر یہ شعر لکھا ہے

این حجرہ مرقد است نیک وان ... لیعاذ ان قبرے ہکن درین مکان

اس درگاہ میں ایک حوض ہے۔ مسجد کے قریب۔ اسپر ایک مخصوص جگہ بنی ہوئی ہے اور مشہور ہے کہ یہاں بیٹھکر حضرت نے وضو کیا تھا۔ اب لوگ اس جگہ سے پانی لیکر بطور تبرک و شفا استعمال کرتے ہیں۔ اور پارسلوں میں بھیجتے ہیں۔

یہاں سے جناب احمد میاں شاہ صاحب کے ہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ اور خوب دلچسپ باتیں کیں۔ دس بجے واپس آئے۔ اور پریمی شاہ کے ہاں سو گئے ✤

۱۴۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء۔ دوشنبہ۔ ریاست بڑودہ مکان حکیم سید فضیل علی خان صاحب

آجکی رات احمد آباد میں آخری رات تھی۔ چونکہ احمد میاں صاحب سے پیران پٹن چلنے کا وعدہ تھا۔ اسلیئے بہت سویرے بیدار ہوئے۔ اور حاجت سے فارغ ہوکر تیار بیٹھ گئے۔ احمد میاں صاحب حسب وعدہ ساڑھے سات بجے تشریف لائے۔ مگر پٹن چلنے سے مجبوری ظاہر کی۔ اسلیئے بڑودہ کی تیاری شروع ہوئی۔ جلدی جلدی سامان درست کیا۔ حقدار شاہ کے مکان پر آئے اسباب لیا۔ اور مکان کو آخری مرتبہ حسرت سے دیکھا حقدار شاہ بیکل گئے ہیں امتحان ہے خدا کامیاب کرے۔ ۹ بجے ریل پر پہنچ گئے نظام شاہ اور

احمد میاں بھی ہمراہ آئے۔ پریمی شاہ اور ہم سوار ہو گئے۔ سوا نو بجے گاڑی چلدی۔ انند اسٹیشن پر ناشتہ کیا گیا۔ ایک مسلمان چاء والے کی دکان ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے بڑودہ پہنچ گئے۔ اور جناب مولوی رضی الحق صاحب احمد آبادی مترجم تاریخ مراۃ احمدیہ کے پاس قیام کیا۔ مولانا صاحب حکیم سید فضل علی خان صاحب کے ہاں مختار کار ہیں۔ حکیم صاحب لکھنو کے رہنے والے اور بڑے نامور خاندان کے طبیب ہیں۔ سیاجی راؤ کے زمانہ میں ان کے دادا حکیم سید کاظم علی صاحب بلائے گئے تھے۔ اور اس قدر عزت دی گئی تھی کہ حکیم سید ہاشم علی صاحب کا بھی بڑا اعزاز رہا۔ اور آپ آج کل حکیم سید فضل علی صاحب بھی موجود۔ راجہ کے ہاں نہایت باوقعت شمار کئے جاتے ہیں۔ حکیم صاحب کا مکان ناگر واڑہ میں ایک قلعہ کی مثل ہے مگر انقلاب ایام کے سبب جگہ جگہ سے شکستہ۔ مولانا رضی الحق صاحب درمیانی عمر کے آدمی ہیں۔ نہایت خلیق اور شریف برتاؤ کرنے والے بزرگ ہیں۔ معلومات تاریخی نہایت وسیع ہے۔ باطنی نام رضوانی شاہ دیا گیا۔ کچھ دیر بات چیت کی پھر سو گئے ۲ بجے بیدار ہو کر کھانا کھایا۔ اسکے بعد پھر آرام کیا۔ پانچ کے قریب سیر کو گئے۔ پریمی شاہ ہمراہ تھے۔ اول متفرق دکانیں وغیرہ دیکھیں پھر سنا کہ آج کسی دیبی کے مندر پر میلہ ہے۔ راجہ صاحب بھی جائیں گے۔ ہم بھی گئے۔ راجہ صاحب کی سواری واپس جا رہی تھی۔ چوا سپہ گاڑی اور چند سوار آگے پیچھے۔ بڑودہ کے سپاہی ہر اعتبار سے عمدہ حالت میں ہیں۔ اور انگریزی سپاہی کے مقابلہ کے معلوم ہوتے تھے۔ پولس کی وردی بالکل ایسی ہے۔ جیسی ریلوے پولس کی ہوتی ہے۔ نیلی ایک دم۔ لیکن انکی پگڑی نہیں ہوتی۔ ہندوکیپ کی وضع کی ٹوپی ہوتی ہے۔ مندر دیکھکر شہر میں گئے۔ عالیشان پھاٹک ہے۔ جس کے تین دروازے ہیں۔ درمیانی دروازہ بڑا ہے

اس سے گاڑی بھی جاتی ہے۔ پہلوؤں کے دروازوں سے پیدل چلتے آتے ہیں۔ اندر گئے۔ ایک اور بھی اُدھر بازار نظر آیا۔ پیدلوں کے لیے جو پٹری بنی ہوئی ہے وہ اس قدر شکستہ اور بدنما ہے کہ نفرت ہوتی ہے۔ سامنے ایک بلند عمارت نظر آئی جس پر جھنڈا نصب ہے۔ یہ شہر کا چوک ہے۔ چوک پر یہ عمارت بنادی گئی ہے۔ بالاخانہ پر تار آفس وغیرہ ہے۔ اور نیچے چاروں طرف چار چار دروازہ ہیں۔ جنوب میں راجہ کے قدیمی محل ہیں۔ مشرق میں آبادی اور باغ ہے۔ شمال میں جامع مسجد اور آبادی ہے۔ غرب میں وہی دروازہ ہے جہاں سے ہم داخل ہوئے اگر یہی بڑودہ ہے تو افسوس کچھ بھی نہیں۔ سنا ہے اور چیزیں قابل دید ہیں۔ جامع مسجد زیر تعمیر ہے۔ بیس ہزار روپیہ راجہ نے بھی دیا ہے۔ شام کو واپس ہوئے اور پرانے تالاب کی سیر کرتے ہوئے مکان پر آئے۔ کچھ دیر حکیم فضل علی صاحب سے بات چیت رہی۔ آدمی لائق ہیں۔ آجکل آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ مولوی مقبول احمد کا ذکر رہا۔ راجہ صاحب نے ان کو وعظ کے لیے بلایا تھا۔ راجہ کی قابلیت اور ریاست کے پرانے امیروں کی ناقابلیت کا ذکر ہوا۔ راجہ لائق۔ کام کرنے والے امیر چاہتا ہے۔ اور امیر بے خبر عیش دوست آرام طلب۔ راجہ مانگتے ہیں۔ کھانا کھاکر گربوں کی سیر کرنے گئے پھر شہر میں گئے یہ کرشن جی کی یادگار رسم ہے۔ درمیان میں دیسی چراغ رکھا جاتا ہے۔ اور اسکے گرد عورتیں حلقہ بناکر کھڑی ہوتی ہیں۔ اور تال سے تالیاں بجاتی جاتی ہیں۔ اور چراغ کے گرد اپنے حلقہ کو چکر دیتی جاتی ہیں۔ عجیب دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ یہ دیکھکر گیارہ کے قریب واپس آئے۔ اور سو گئے۔ خوب آرام کی نیند آئی۔ خدا کے فضل سے طبیعت درست ہے۔

۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء سہ شنبہ۔ بڑودہ۔ ناگر واڑہ

رات کو سردی ہوجاتی ہے جس کا اثر صبح تک محسوس ہوتا رہا۔ بیدار جلدی ہوئے۔ حوائج سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا۔ روزنامہ لکھا اور پھر نواب صید الدین حسین خان صاحب سے ملنے گئے۔ نواب صاحب کا مکان قریب ہے۔

یہ نواب صاحب مشہور آدمی ہیں۔ ملے۔ اور بہت اخلاق سے پیش آئے دیر تک بات چیت رہی۔ شام کو چار بجے مدعو کیا۔ قبول کر کے واپس آئے اور میوزم دیکھنے گئے۔ کماٹی باغ میں قریب ریلوے سٹیشن کے یہ میوزم ہے۔ باغ نہایت عالیشان نیچرل اور ان نیچرل طرز کا ہے۔ میوزم کی دوہری عمارت میں بہت سی دلچسپ اور مفید چیزوں کا ذخیرہ ہے مگر رومیوں کی برہنہ اور مصروف مباشرت تصاویر کا وجود اس مہذب ریاست کے عجائب خانہ کے لئے نازیبا ہے۔ عورتیں بھی اسکی سیر کرتی ہیں۔ اور مہذب مرد بھی۔ دو گھنٹہ کامل سیر کی۔ اسکے بعد زندہ جانور خانے میں گئے۔ اچھے اچھے جانور ہیں۔ ایک بجے کے بعد مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا پانچ بجے بیدار ہوئے۔ اور نواب صاحب کے ہاں گئے۔ نواب صاحب ہم کو لے کر گاڑی میں سوار ہوکر اپنا کتب خانہ دکھانے لے گئے۔ انکا منجھلا بچہ معز الدین حسن جو علی گڈہ میں پڑھتا ہے۔ ساتھ تھا۔ بھولا لڑکا ہے۔ لائبریری دیکھی۔ اسلام۔ لائبریری کا نام ہے۔ اور نواب صاحب نے ذات خاص سے قائم کی ہے۔ پانچ چھ ہزار کتابیں ہیں۔ لیکن اکثر اردو۔ ہر علم اور ہر فن کی کتاب موجود ہے۔ یہ نواب صاحب کی خاص ایجاد ہے۔ کہ اردو زبان کا بڑا سرمایہ جمع کیا ہے۔ یہ رعایت کسی کتب خانہ میں نہیں پائی جاتی۔ واپسی میں تمام شہر کی سیر کرتے ہوئے مکان پر آئے

باتیں ہوتی ہیں۔ نواب صاحب بھی ایک قادریہ خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر مجلس مکالمہ جاری رہی۔ اسکے بعد پیر شاہ سمیت شہر میں پیدل بطور چہل قدمی گئے۔ جگہ جگہ سڑکوں پر مہابھارت کے واقعات کی کتھا ہوتی دیکھی۔ پنڈت جی ایک اونچی چوکی پر تشریف رکھتے ہیں۔ اور ان کے دونوں پہلوؤں میں دو خوش آواز شخص بیٹھے ہیں۔ پنڈت جی کے آگے ایک تانبہ کی ٹھلیا ہوتی ہے جسکو کبھی کبھی بجایا جاتا ہے۔ جب نظم پڑھنے کا موقع آتا ہے۔ پہلو کے آدمی ہم نوائی کرتے ہیں۔

یہ سیر دیکھ کر سوڈا پیکر واپس آئے۔ رضوانی شاہ صاحب منتظر تھے۔ ملے حکیم صاحب سے باتیں ہوئیں۔ گیارہ کے قریب سوئے۔ ایک بجے رضوانی شاہ کے ہاتھ میں بچھو نے کاٹا جس سے بڑی گھبراہٹ پڑی۔ بچھو تو غائب ہوگیا مگر مولانا کی تکلیف سے دل کو تمام شب بے چینی رہی۔ مولانا نے نہایت استقلال سے تکلیف کو برداشت کیا +

۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء چہارشنبہ بڑودہ بارہ بجے حکیم صاحب

صبح ناشتہ نواب صاحب کے ہاں ہوا۔ اسکے بعد گاڑی میں سوار ہوکر قلمی قرآن شریف کی زیارت کو گئے کوچہاں ملنگ نامی نو عمر بچہ تھا عجیب نام اور عجیب کام ملنگ شاہ خطاب دیا۔ محمود کی باڑی کے محلہ میں پہنچے۔ مسجد میں قرآن شریف رکھا ہے۔ لاثانی قرآن ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اتنا بڑا قرآن شریف نہیں دیکھا۔ یہ ۹ بالشت کا طول اور ۹ پر ۸ انگشت اور زیادہ۔ اور ۵ بالشت ۵ انگشت عرض ہے۔ ہر سطر کا عرض ۲ انگشت۔ اور ترجمہ فارسی کی سطر کا عرض ۱۲ انگشت۔ سطر حاشیہ کا عرض ۵ انگشت۔ الغرض بڑی شان کا قرآن شریف ہے

ایک انگشت کے قریب چوڑے حروف ہیں نصف ورق ایک تختہ پر رکھے ہیں اور نصف دوسرے تختہ پر۔ ناممکن تھا۔ کہ ہم اوراق کو الٹ کر کاتب کا نام آخر میں دیکھ سکتے۔ پہلے یہ قرآن شریف جامع مسجد میں تھا۔ ایک ایرانی نے اس کی مرمت بھی کی ہے۔ زیارت کرکے حکیم کے باڑہ میں واپس آئے۔ ملنگ شاہ گاڑی لے گیا۔ دوپہر کو کھانا کھاکر تھوڑی دیر آرام کیا۔ ۳ بجے نواب صاحب کے ہاں گئے۔ وہاں نواب صاحب نے اپنے ماموں سردار سیر احمد علی خان صاحب سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع بھڑوچ سے ملاقات کرائی۔ سردار صاحب اعلیٰ درجہ کے موحد اور اسرار تصوف جاننے والے ہیں۔ باتیں شروع ہوئیں اور سات گھنٹہ تک صوفیانہ گفتگو رہی۔ ہزاروں اشعار یاد ہیں۔ پچاس کے قریب عمر ہے۔ حیدرآباد میں بھی رہے ہیں۔ پونہ اصلی مکان ہے۔ اس علاقہ میں پہلے مسلمان ہیں۔ جنکو پولس میں اتنا اعلیٰ عہدہ دیا گیا ہے۔ آخر ہم سب اس مکان پر گئے جہاں سے دسہرہ کی سواری دیکھنی ممکن تھی۔ دھوپ کا اثر اور گرمی زیادہ تھی۔ تاہم سردار صاحب کی بات چیت میں وقت اچھا گذر گیا۔ نواب صاحب نے تمام رؤسائے بڑودہ سے فرداً فرداً ملاقاتیں کرائیں۔ سواری میں دیر تھی میز معلق پر ناشتہ کیا گیا۔ یہ عجیب میز ہے جھولے میں تختے نصب کردئے ہیں۔ چاروں طرف کرسیاں وسط میں معلق میز۔ خوب سیر ہوکر ناشتہ ہوا +

اب سواری کی آمد شروع ہوئی۔ تمام راستوں پر ہزارہا خلقت کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ اول پولیس کے سپاہی اور افسر انتظام دیکھتے ہوئے آئے۔ پولس کی وردی اچھی ہے۔ سیاہ کوٹ۔ سرمئی پتلون۔ سیاہ فل بوٹ سرمئی عمامہ۔ اور اسمیں سرخ کابلی کلاہ۔ شاندار سپاہی معلوم ہوتے ہیں۔

پولس کے بعد فوجی بگلچی آئے۔ پھر ننگی تلواریں لئے ہوئے رسالے آنے شروع ہوئے۔ چار رسالے ہیں۔ اور چاروں کی وردیاں عمدہ اور علیحدہ علیحدہ رنگوں کی ہیں۔ رسالوں کے وسط میں رانی صاحبہ اور راج کماری صاحبہ کی بگھیاں آئیں۔ پردے پڑے ہوئے تھے۔ انکا باڈی گارڈ ساتھ تھا۔ راجہ کے ایک مصاحب زنانہ کے ہمراہ تھے۔ ان کے بعد ہاتھی پر وہ نشان آیا جو پونہ کے دربار پیشوا سے راجہ کے خاندان کو ملا تھا۔ عنابری رنگ کا کپڑا ہے۔ اس نشان کے بعد ایک رسالہ آیا۔ اور چاندی سونے کی توپیں آئیں۔ سونے کی توپ چاندی کی گاڑی پر رکھی تھی۔ اور چاندی کی توپ سونے کی گاڑی پر۔ ان توپوں کی عوام میں بڑی دھوم ہے اسیطرح سنہری روپہلی بگی آئی۔ مگر یہ کچھ بہت عمدہ نہ تھی۔ جونا گڈھ میں اس سے عمدہ ہے۔ وہاں گھوڑوں کا ساز بھی ہم نے بگھی کی موافق پایا تھا۔ مگر یہاں ساز بالکل معمولی ہے۔ الغرض مشعلچی۔ نقارچی۔ بینڈ نواز وغیرہ ہجوموں کے بعد اصل سواری کی آمد ہوئی۔ آگے آگے نقیب تھے مگر بولنے کی آواز سُنی۔ اسکے بعد دو ہاتھی جو زرد رنگے ہوئے تھے اور زرین جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ دائیں ہاتھی پر راجہ صاحب تھے۔ اور بائیں پر ریزیڈنٹ۔ راجہ صاحب مکلف لباس میں تھے۔ اور ریزیڈنٹ سادے انگریزی لباس میں۔

اصل سواری سے پہلے چند ہاتھیوں پر راجہ کے بڑے اور چھوٹے بھائی گزر گئے تھے۔ مگر انکی صورتوں سے شان امارت مترشح نہ تھی۔ اوران راجہ صاحب کو دیکھا تو یہ بھی کچھ زیادہ شاندار نہ معلوم ہوئے۔ سواری کے ہاتھیوں کے بعد اول گھوڑا بڑودہ کے مشہور نواب صاحب کا تھا۔

آجکل نواب میر معین الدین حسین خان مسند نشین ہیں۔ ان کے بزرگ نورالدین حسین خان کمال الدین حسین خان وغیرہ بڑے نواب نامور لوگ تھے۔ اب انکا صرف نام ہی نام باقی ہے۔ قرضہ اور کاہلی کے سبب بُری حالت ہے اسپر طرہ یہ کہ راجہ ناقدر ہے وہ انگریزی طرز کے امیر مانگتا ہے +

انصاف یہ ہے کہ راجہ میں بھی وہ شان نہ تھی جو ان مسلمان نواب صاحب میں بانکپن تھا۔ نواب صاحب کی پشت پر ان کے خاندانی امیرزادے صف باندھے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان لوگوں کے پرانے لباسوں اور دلیر صورتوں کو دیکھکر رونا آتا تھا۔ کہ افسوس آن بھی ہے اور شان بھی ہے۔ مگر مان اور کام پہلے سے نہیں۔ مسلمانوں کے بعد ہندو مرہٹہ سردار تھے۔ بچارے کس قدر نازیبا لوگ ہیں۔ گھوڑے کے سم سے لیکر مرہٹی پگڑی تک کوئی کل سیدھی نہیں۔ مگر ظاہری گنوارپن پر نہ جایئے۔ آجکل یہی لوگ ریاست کے رکن ہیں۔ اور خوب سلیقہ سے کام چلاتے ہیں۔ انگریزی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ خوشحال۔ اور خوشحال مسلمانوں کی طرح کاہل وجود اور جاہل نہیں ہیں۔ مرہٹوں کے بعد سندھی مسلمان سردار آئے۔ واہ سبحان اللہ۔ کیا صورتیں ہیں اس سرے سے اُس سرے تک افیم کا دربار +

رمضان کا مہینہ۔ بازار اور خلقت کا ہجوم مگر سردار صاحب بیڑی پینے میں مجبور۔ چلتے جاتے ہیں اور بیڑی کے دم کھینچے جلتے ہیں۔ خدا شرمائے ایسے بے شرموں کو۔ بڑوں نے تلواریں چلائیں۔ اور غیر مسلم ریاست میں بہادری کی شان سے اسلامی قدم جمائے اور انہوں نے یہ وطیرے اختیار کئے ہیں۔ بچارا راجہ مجبور ہے۔ ایسے حضرات کی کیا خاک قدروانی کرے +

سواری چلی گئی۔ اور ہم نواب صاحب کے مکان پر آئے۔ سردار صاحب سے مکالمہ شروع ہوا۔ پھر فونوگراف آگیا۔ اسکی دلچسپی رہی۔ آٹھ کے بعد کھانا کھایا۔ سردار صاحب ریل پر گئے ہم مکان پر آئے۔ حکیم صاحب سے باتیں ہوئیں۔ دہلی کے ایک صاحب منور علی نامی کلو خواص کی حویلی میں رہنے والے آئے ہیں۔ ملے۔ دس کے قریب مکان پر آئے۔ اور سو گئے۔ نیند خوب آئی کم پچھلی رات ذرا سردی ہو جاتی ہے۔ اور دن کو سخت گرمی۔ سارے سفر میں ایسی گرمی نہیں دیکھی۔ خواب پریشان دیکھے۔ معدہ کی خرابی ہے +

پریمی شاہ اور رضوانی شاہ اندر حجرہ میں سوئے۔ بچھو کے خوف سے۔

۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ پنجشنبہ۔ بڑودہ

صبح ناشتہ کرکے اسباب درست کیا۔ اور پھر نواب صاحب کے ہاں سے گاڑی لے کر ہاتھی تھان پر گئے۔ خبر تھی کہ آج ہاتھیوں کی کشتی ہوگی۔ مگر جاکر معلوم ہوا خبر جھوٹ ہے۔ واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ ایک بجے کھانا کھایا۔ اسکے بعد لیٹے رہے۔ چار بجے گاڑی میں سوار ہوکر نواب سے رخصت ہوکر حکیم صاحب کے باڑہ میں آئے۔ اسباب لیا رضوانی شاہ کو ساتھ لیکر ریل پر آئے پریمی شاہ احمد آباد کی ریل میں سوار ہوئے۔ اور ہم بھڑوچ کی ریل میں۔ گاڑیوالا ملنگ شاہ ہمارے انعام سے خوش ہوا۔ اور ہم اس سے خوش ہوئے ساڑھے سات بجے بھڑوچ پہنچے۔ سردار صاحب کے آدمی استقبال کے لئے موجود تھے۔ گاڑی میں سوار ہوکر مکان پر آئے۔ سردار صاحب۔ ملے۔ اور خوب اخلاق سے ملے۔ کھانا کھایا۔ اور پھر ستار بجا کر اور اشعار سناکر جی خوش کیا۔ دس بجے آرام کیا۔ نیند صاف اور آرام کی نہ آئی +

۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ جمعہ۔ بھڑوچ

صبح ذرا اوپر تک لیٹے رہے۔ سردار صاحب آئے اور کچہری گئے۔ ہم حوائج سے فارغ ہوئے ناشتہ کیا۔ پھر کچھ لکھتے پڑھتے رہے۔ ساڑھے گیارہ بجے سردار صاحب آئے۔ کھانا چنا گیا۔ کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ دہلوی بیرسٹر مسٹر علی محمد صاحب مع محمد احمد صاحب خدنگ تشریف لائے۔ یہ کراچی میں بیرسٹری کرتے ہیں۔ اور آتے ہی نواب محسن الملک کی وفات کی خبر سنائی۔ اس ناگہانی خبر سے اس قدر صدمہ ہوا کہ قلب کی حرکت رکنے لگی۔ قریب تھا کہ چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ مگر ضبط کیا۔ سردار صاحب شاید کچھ مخالف تھے۔ اسلئے مخالفانہ طرز سے ذکر کرنے لگے۔ اور زیادہ قلق اور ملال پیدا ہوا۔ چلنے کی تیاری ہوئی۔ بیرسٹر صاحب اور خدنگ صاحب سے باتیں ہوئیں۔ آخر گاڑی میں سوار ہوئے۔ سب سے رخصت لی۔ اور ریل پر آئے۔ سورت کا ٹکٹ لیا۔ اور چلدیئے۔ جب سورت پہنچے۔ ریل سے اُترے۔ شہر میں جانا چاہا۔ مگر غم نے اس قدر افسردہ کیا تھا کہ سٹیشن سے باہر جا کر پھر لوٹ آئے۔ بمبئی کا ٹکٹ لے لیا۔ اور دوبارہ سوار ہو گئے۔ بمبئی تک نہایت راحت و سکون کا سفر ہوا۔ مگر نواب مرحوم کے خیال نے بے چین رکھا۔ دو ہندو ہم سفر تھے۔ بہت محبت سے پیش آئے۔ بمبئی پہنچے۔ گاڑی لی۔ دفتر میں آئے۔ سامان رکھا۔ معلوم ہوا کہ انجمن ضیاء الاسلام میں اسوقت نواب صاحب کے ماتم میں جلسہ ہے۔ فوراً انجمن گئے۔ واقعی جلسہ ہو رہا تھا۔ ہم نے کچھ بیان کیا۔ اور باآواز بلند قرآن شریف پڑھ کے ثواب پہنچایا۔ ۱۲ بجے واپس آئے۔ سلطان الاخبار کے لیے جلسہ کی کیفیت لکھوائی۔ دو بجے سو گئے۔ گرمی زیادہ ہے۔ نیند آج بھی صاف نہیں آئی +

شنبہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

آج صبح سے متفرق کاموں میں مصروف رہے۔ جی بھاری تھا۔ بارہ بجے غسل کیا۔ کچھ کھایا۔ شام کے قریب کملی شاہ کے ہاں گئے وہاں حاجی ریاض الدین کے عزیز ملے۔ جو شاہ صاحب کے پاس کام کرتے ہیں یہاں سے سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ دکان بند تھی۔ جامع مسجد گئے اور وہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کھٹکھٹے کے پاس گئے۔ کھانا تیار تھا اصرار کیا۔ ناچار کھایا۔ کھانے کے بعد دفتر میں آئے۔ اور پھر گرین چیمبرلین بھائی کلہ میں رضا میاں کے مکان پر سونے کے لئے گئے۔ مسٹر حبیب الرحمن صاحب بھی ہمراہ تھے۔ پہنچے۔ تھوڑی دیر میں بیدل صاحب آگئے۔ گانا اور اشعار بازی ہوتی رہی۔ بارہ بجے سو گئے۔ آج بھی نیند صاف نہیں آئی +

یکشنبہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی گرین چیمبرلین بمبئی

ناشتہ سے فارغ ہو کر خطوط لکھے۔ دوپہر کو سید صاحب کی دکان پر گئے۔ ملاقات ہوئی۔ پھر مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ وہاں سے پھر سید صاحب کی دکان پر آئے۔ اور مغرب کے بعد رخصت ہوئے دفتر میں آئے۔ یہاں مولوی جواد حسین صاحب کے پاس گئے۔ ان کو لیکر گرین چیمبرلین پر آئے۔ باتیں ہوئیں۔ بارہ کے قریب سوئے مگر آج بھی طبیعت خراب ہے۔ نیند صاف نہیں آئی +

دوشنبہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

آج بیداری کے بعد جی بھاری تھا۔ ناشتہ کے بعد لکھنے بیٹھے۔ کہ بیدل صاحب آگئے۔ مگر جلدی تشریف لے گئے۔ نواب محسن الملک پر چند مضمون لکھا کھانا کھایا۔ اور اخبار پڑھتے رہے۔ اتنے میں سورت کے نواب زادہ

غلام خواجہ معین الدین مودودی تشریف لے آئے۔ نوعمر خوش وضع بھولے بھالے صاحبزادے ہیں۔ باندرہ میں آجکل قیام ہے۔ خوب دلچسپ باتیں نواب صاحب نے ہم کو باندرہ میں مدعو کیا جائینگے +

۲ بجے سید صاحب کی دکان پر گئے۔ ان کو ہمراہ لیکر جانماز خریدی اور کوئٹہ بھیجدی۔ بعد مغرب انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ وہاں سے عمر پنولین کے ہمراہ واپس آئے۔ تو ہوٹل میں کھانا کھایا۔ مکان پر آئے۔ یہاں سے قاضی کبیرالدین صاحب سے ملنے گئے۔ دس بجے واپس آئے۔ اور سو گئے۔ آج بھی طبیعت خراب تھی۔ مگر نیند اچھی آئی +

سہ شنبہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ بمبئی

آج پیچش کی تکلیف زیادہ ہے۔ دوپہر کو سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ مولوی صاحب ٹون ہال کی لائبریری دکھانے گاڑی پر لے گئے۔ اسی ہزار کتابیں ہیں عجب عالیشان کتب خانہ ہے۔ کچھ پرانے بت بھی رکھے ہیں۔ واپس آکر سید صاحب کے ہاں دم لیا۔ اور ٹرام میں بیٹھ کر مکان پر آئے +

ناتوانی بہت بڑھ گئی ہے رات بھر تکلیف رہی۔ رات کو آٹھ بجے انجمن اسلام میں گئے۔ سید حسین صاحب بلگرامی ولایت جاتے ہیں۔ انکی تعظیم میں جلسہ تھا۔ خاصی رونق دیکھی۔ سر کریم بھائی کی طرف سے تین لاکھ روپئے یادگار دیا گیا۔ یہیں جلسہ میں مسٹر محمد علی خان صاحب آکس مل گئے۔ علاوہ ازیں مسٹر رستم جی وغیرہ پارسیوں سے ملاقات ہوئی۔ بارہ بجے واپس آئے +

چہار شنبہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

صبح مسٹر محمد علی اور مسٹر بلگرامی سے ملے۔ تاج محل ہوٹل گئے دونوں سے

ملاقات ہوئی۔ واپس آئے۔ سیٹھ صاحب کی دکان پر پہنچے۔ راستہ میں بیٹھکر دکان دیکھی۔ سبحان اللہ کیا لاثانی شاندار دکان ہے۔ سلیقہ کی دکانداری اسے کہتے ہیں۔ طبیعت کچھ بحال ہے تاہم تکلیف باقی ہے۔

شام کو مولوی محمد یوسف صاحب کے ہمراہ میاں اسمٰعیل صاحب احمد آبادی سے ملنے گئے۔ کتب خانہ نظامیہ کے بلئے مشورہ ہوا۔ آدمی ہوشیار ہیں۔ امداد کا وعدہ کیا۔ رات کو پھر تاج محل گئے۔ اپالو بندر دیکھا۔ ماہتاب اور عالم آب۔ ہوٹل کی روشنی۔ روشنی میں فردوسی نظارے تھے۔ گیارہ کے قریب واپس آئے۔ ایک پہلو میں ناتوانی اور ایک پہلو میں توانائی کو لیکر سو گئے۔ آج اگر بیمار نہ ہوتے تو تمام واقعات کو مفصل لکھتے۔ مگر کیا کریں جی بیٹھا جاتا ہے۔

پنجشنبہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

طبیعت پہلے کی نسبت درست ہے۔ سہ پہر کو مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ واپسی میں کملی شاہ صاحب کے پاس گئے اور کچھ خفیہ راز کی باتیں ہوئیں۔ وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ کچھ دیر آغا حشر سے ہم کلامی ہوئی۔ دس بجے مکان پر آئے۔ ناتوانی زیادہ ہے۔ اس لئے تھک کر چور ہو گئے۔ ناتوانائی پہلو میں آئی۔ سینہ سے لگاکر سو گئے۔ لیکن آج دو تین روز کے بعد خوب صاف نیند آئی +

جمعہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

الحمد للہ آج کی صبح تمام امراض سے صاف ہے۔ دیر تک سوتے رہے رضا شاہ روزہ ۹ بجے چلے جاتے ہیں۔ بارہ بجے گھر سے نکلے جمعہ کی نماز کے وقت جامع مسجد پہنچے۔ مولوی محمد یوسف صاحب اور خطیب صاحب سے

ملاقاتیں ہوئیں - سید امیر شاہ بھی ملے - آج خطیب صاحب غیر معمولی عنایت سے پیش آئے - یہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کے ہمراہ ان کے مکان پر گئے گاڑی تیار تھی سوار ہو گئے - اور مشہور کتب خانے دیکھنے گئے - اول یونیورسٹی کا کتب خانہ دیکھا - اسکے بعد پارسی پنچایت کا - آخر الذکر کی عمارت نہایت شاندار ہے - شام کو دفتر سلطان الاخبار میں واپس آئے - وہاں سے مکان پر آئے اور سامان رکھ کر رانی باغ گئے - آٹھ بجے سیر کر کے مکان پر آئے - کھانا کھایا - اور مزیدار باتیں کیں - جب سونے کا وقت آیا تو بہت مزے سے سوئے - مگر نیند اچاٹ رہی - بدخوابیاں ہوتی رہیں - رضا شاہ کی غافل نیند پر حسرت آتی تھی ؞

شنبہ ۲۶ - اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

آج صبح حسب معمول حالت تھی - حوائج سے فارغ ہوئے امیر شاہ تشریف لے آئے - ان کے ہمراہ ناشتہ کیا - اس کے بعد گھر سے نکلے - سیدھے بھائی کلہ کی مسجد میں گئے - ایک دہلوی شاہ صاحب کی خبر سنی تھی - دیکھا حوض کے کنارے اعتکاف کی شان سے پردے پڑے ہوئے ہیں - اندر جھانکا تو میاں احمد علی تشریف فرما تھے - میلی چادر کا تہمد اور میلی چادر کا اوڑھنا - گویا احرام ہے - وظائف و قرآن شریف وغیرہ سامان دکانداری موجود تھے - بیچارے غریب لوگ جو یہاں آس پاس رہتے ہیں - پھنس رہے ہیں خدا سب کا رازق ہے - جھوٹے یا سچے جس حیلہ سے مانگو دیتا ہے ؞

واپس آئے ٹرام میں کملی شاہ کے پاس گئے - اور بلگرامی کے لئے تبرکات لے کر جہاز پر گئے - اب پرانی گودی بدل گئی ہے - نئی گودی نئے پالوے پر قائم ہوئی ہے - اس ہیر پھیر میں دیر ہو گئی - اور بلگرامی صاحب

جہاز پر چلے گئے۔ ناچار کشتی میں سوار ہو کر ہم بھی جہاز تک گئے۔ جہاز کے قریب دوسری کشتی ملی۔ جس میں میاں زین العابدین سوار تھے۔ غالباً یہ بلگرامی صاحب کے صاحبزادے ہوں گے +

۲ بجے واپس کنارہ پر آئے۔ مرزا محرم بابی کے پاس گئے۔ ملاقات کر کے واٹسن ہوٹل میں مولوی سید شمس الدین قادری اورنیٹل ٹرانسلیٹر بمبئی کے پاس گئے۔ احمد آباد کے مشائخ زادے اور تعلیم یافتہ مشائخ زادے ہیں۔ راستہ میں مولوی محمد یوسف صاحب سے ملاقات کر کے دفتر سلطان الاخبار میں آئے۔ اور وہاں سے لکی شاہ کے پاس پہونچے۔ وہاں دیر تک بات چیت رہی ساتھ بجے سیٹھ عبد الواحد سلیمان لدہ کے ہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ واپس آئے۔ بات چیت ہوئی۔ بارہ بجے سوئے۔ مگر آج بھی بے آرام سوئے۔ نیند صاف نہیں آتی۔ آجکل بمبئی میں موسم نہایت گرم ہے۔ دھوپ کی تیزی ناگوار ہوتی ہے۔ پچھلی رات خنکی ہو جاتی ہے۔ تاہم موسم اچھا نہیں +

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء پنجشنبہ بمبئی۔ والجففر گرین بلڈنگ

طبیعت آج بھی نادرست ہے۔ دوپہر تک کہیں نہ گئے۔ پڑے رہے قبض کی شکایت ہے۔ تیسرے پہر ذرا باہر گئے۔ لیکن فوراً واپس چلے آئے سید فدا علی صاحب ساکن آگرہ جو سورت کے قریب کہیں نوکر ہیں۔ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ بات چیت رہی۔ اتنے میں نواب غلام معین الدین بھی آ گئے۔ بعد مغرب پیر جی شاہ احمد آباد سے آئے۔ سید صاحب کو آج ہی ملازمت پر جانا تھا۔ اس لیے سب لوگ ان کو پہنچانے گرانٹ روڈ گئے۔ ہم بھی گئے۔ دس بجے واپس آئے۔ نیند خوب آئی تھی سو گئے۔ الحمد للہ۔ نیند آج صاف اور بے خبری کی آئی۔ لیکن صبح کے وقت

جی ویسا ہی بھاری ہے +

۲۸- اکتوبر ۱۹۱۰ء - دوشنبہ - بمبئی دار الخضر

الحمد للہ آج طبیعت اچھی ہے - صبح سید امیر شاہ تشریف لائے - دس بجے ان کے ہمراہ باہر گئے - کھانا کھایا - ہم مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس چلے گئے - اور سید صاحب کہیں اور - مولوی صاحب کو لیکر میرزا محرم بابی کے پاس گئے - ملا - تین گھنٹہ یقین اور روح پر بحث رہی - واپس آئے - مولوی صاحب نے ہم کو دفتر سلطان الاخبار تک پہنچایا - یہاں کچھ دیر ٹھہرے اخبار لے کر مکان پر آئے - کچھ آرام کیا - شام کو بیدل صاحب بدایونی سید امیر شاہ کے ہمراہ چوپاٹی گئے - بعد مغرب حسب دعوت خطیب مولوی عبدالمنعم صاحب ان کے مکان پر گئے - کھانا کھایا - بڑے خلیق بزرگ ہیں - دو بچے حقیقی چھوٹے ہیں - عبدالمعید اور عبدالرشید اور ایک ربیب نوخیز ہے پیاری صورت - کھانے سے فارغ ہوکر مکان پر آئے - اور جلدی سو گئے - آج بفضلہ نیند اچھی آئی صحت بھی درست ہے - مگر قبض بدستور +

۲۹- اکتوبر ۱۹۱۰ء - سہ شنبہ - بمبئی - سبز محل - دار الخضر - گرین چیمبرز

آج بھی اچھے ہیں مگر موسمی اثر موجود - بارہ سے پہلے مقبہ صاحب کے ہاں گئے - نہ تھے - کارڈ چھوڑ آئے - کھانا کھایا - آرام کیا - شام کو ایمپن میں گئے - آغا حشر سے ملے - اور جگن ناتھ ایکٹر سے بھی ملاقات ہوئی سید امیر شاہ اور نپولین کے ہمراہ ہوٹل میں گئے - وہاں ایک فقیر دوست اکیٹر ملا - اور بچارے نے خوب سوڈا پلایا - اس وقت عجب مزے کی باتیں ہوئیں - مکان پر آئے - اخبار پڑھا - اور بارہ کے قریب سو گئے - نیند اچھی آئی - الحمد للہ +

۳۰-اکتوبر ۱۹۱۰ء چہارشنبہ بمبئی - دار الخضر

آج صبح حسب وعدہ سید امیر شاہ تشریف لائے - اور دوپہر تک بیٹھے رہے - بڑی عنایت فرماتے ہیں - اور خوب لطیف باتیں سناتے ہیں - مقبہ صاحب کا دعوتی - رقعہ آیا شام کے لئے - ہم شام تک کہیں نہ گئے - دو بجے سید امیر شاہ کے ہمراہ ہم نے اور پریمی نے کھانا کھایا - شام کو سلطان الاخبار آفس میں گئے - واپسی میں مقبہ صاحب کے ہاں کھانا کھایا - فرخ صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب بھی تھے - دس بجے مکان پر آئے - اور سو گئے -

کل کی تاریخ میں یہ ضروری یادداشت رہ گئی تھی - کہ ہم باندرہ والے مولانا صاحب سے ملنے گئے تھے - باندرہ - تا ہم سے آ گے ہے - مولانا صاحب کی علاقہ بمبئی میں بڑی دھوم ہے - ہندو - مسلمان - پارسی - خوجے - عورت مرد ہزاروں آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے - پہلے یہ مولانا صاحب بمبئی میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں بالکل سالک تھے - مگر آجکل مجذوبی کی شان پیدا ہو گئی ہے - عمر نوے کے قریب ہوگی - دراز قد ہیں - گندمی رنگ ڈاڑھی بالکل سفید ہے - گردن کے پاس سے کمر جھک گئی ہے - جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے - کہ گردن ہر وقت جھکا کر قرآن شریف پڑھتے رہتے ہیں - آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ افغانی نسل سے ہیں - سفیدی اور نیلگونی پتلیوں میں ہے - ایک آنکھ میں کچھ سقم ہے +

ہم گئے تو قرآن شریف پڑھ رہے تھے - ہمارے ہمراہ پریمی شاہ اور سید سجاد حسین صاحب احمد آبادی بھی تھے - جب مولانا صاحب سے ہمارا خاندان و مقام بیان کیا گیا - اخلاق سے ملے - مگر ان کا اخلاق محدود اور بس غنیمت تصور کیا جاتا ہے - ہزاروں آدمیوں میں کسی پر خاص نظر ہو جائے

تو عجیب معلوم ہوتی ہے۔ ہمنے دریافت کیا کہ آپ کس سلسلہ میں ہیں۔ جواب دیا۔
آپ ہی کے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام لینے والا ہوں۔ سب کچھ انہی
کا ظہورہ ہے۔ لیکن بیعت کا تعلق حضرت غلام علی شاہ صاحب سے ہے۔
کہتے ہیں آجتک کسیکو استاد دریافت کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ نہ کسی کو مولانا
کے خاندان کا حال معلوم تھا۔ ہم نے اور چند باتیں کیں اسکے بعد مسلمانوں کے لئے
دعا چاہی۔ جس کا جواب نہ دیا گیا۔ شام کے قریب واپس چلے آئے۔ کئی جدید تعلیمیافتہ
خدمت میں ہیں۔ خاصکر مسٹر داؤد ایم۔اے۔ معمولی مگر خاص خادموں میں ہیں
لنگر چار، کافی وغیرہ جاری ہے +

یکم نومبر ۱۹۳۰ء پنجشنبہ۔ بمبئی۔ سبز محل

آج بفضلہ ہم تندرست ہیں۔ سید امیر شاہ صاحب تشریف لائے۔ بات
چیت رہی۔ اسکے بعد ہاشم ماسٹر خواجہ آغاخانی آئے۔ یہ یہیں قریب میں
نوے ناگپاڑہ میں دکان کرتے ہیں۔ اور عربی۔ فارسی۔ اردو سے کچھ واقفیت
رکھتے ہیں۔ گجراتی خوب جانتے ہیں۔ آغاخانی مشن سے خوب آگاہی ہے۔
اور اسکی حمایت میں کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ آج کل بھی ایک کتاب لکھ رہے
ہیں۔ ہمارا رسالہ رام و کرشن مانگتے ہیں۔ تاکہ درج کتاب کریں۔ یہ ہمارے
خیالات کو بالکل تسلیم کرتے ہیں۔ علی جی کا مندوالہ مضمون بھی پیسہ اخبار سے
ترجمہ کراتے ہیں۔ تاکہ کتاب میں درج کریں۔ شام کو مولوی محمد یوسف صاحب کے
ہاں گئے۔ وہاں سے انجمن آفس میں آئے۔ اور سید امیر شاہ کے ہمراہ
حضرت حاجی علی صاحب کی درگاہ پر گئے۔ یہ درگاہ سمندر میں ہے۔ جب سمندر
اتار پر ہوتا ہے لوگ جاتے ہیں۔ اور زیارت کرتے ہیں۔ اور چڑھاؤ کی حالت
میں کوئی نہیں جاسکتا۔ حاجی صاحب کی خاصی معقول درگاہ بنی ہوئی ہے

باؤنا دور سے نظر آتا ہے۔ ہم گئے۔ تو متعدد طائفہ رنڈیوں کے موجود تھے۔ اور گانا ہو رہا تھا۔ تماشائی جمع تھے۔ خدا محفوظ رکھے۔ ان خرافاتوں سے خانقاہوں کو۔

۲۔ نومبر ۱۹۰۰ء جمعہ۔ بمبئی سبز محل

الحمد للہ آج نہایت عمدہ صحت ہے۔ صبح کچھ لکھتے رہے۔ اس کے بعد ہم مولوی سید سجاد حسین احمد آبادی۔ پریبی۔ بیل صاحب ملکر احمد علی شاہ کے پاس گئے۔ ملے۔ بہت باتیں ہوئیں۔ آخر میں احمد علی نے ہمارے دوستوں کی ریش پر اعتراض کیا۔ کہ یہ منڈی ہوئی کیوں ہیں۔ بیل صاحب بحث کرنے لگے۔ انجام یہ کہ احمد علی رشک و حسد کی باتوں پر اتر آئے۔ بارہ کے قریب واپس آئے کھانا کھایا۔ سید امیر شاہ صاحب کے ہمراہ سات رستہ گئے۔ اور وہاں سید صاحب نے ہماری تصویر لی۔ سید صاحب نے یہ فن حال میں سیکھا ہے اور اب وہ سفر میں جانا چاہتے ہیں۔ نہایت متواضع خلیق اور قابل دوست آدمی ہیں۔ فارسی ایسی بولتے ہیں گویا اُن کی مادری زبان ہے۔ ہمارے ساتھ انکا برتاؤ نہایت ہی مخلصانہ ہے۔ تصویر سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ اور کچھ دیر آرام کیا۔ شام کو پانچ بجے یہودیوں کی نماز دیکھنے گئے۔ ایک بڑا ہال ہے۔ جیسے اندر بنچیں بچھی ہوئی ہیں۔ اور وسط میں ایک نمایاں بلند چبوترہ ہے۔ جس کے گرد کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ اس چبوترہ کے سامنے محراب ہے۔ بالکل مسجد کی طرح۔ محراب میں پرانی قسم کا ایک جھاڑ آویزاں ہے۔ جس میں قدیمی روشنی دن کے وقت روشن تھی۔ محراب میں ایک منقش پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور محراب کی دیواروں پر خط عبرانی کے چند کتبے لگے ہوئے ہیں۔ درمیان چبوترہ پر ایک شخص کوٹ پتلون پہنے ہوئے ڈاڑھی خشخاش توریت بلند لحن سے پڑھ رہا تھا۔ جس کا انداز بالکل قرآن شریف

کا سا تھا۔ پڑھنے میں ہلتا اور جھومتا جاتا تھا چبوترہ کے نیچے چاروں طرف بنچوں پر بہت سے یہودی کتابیں کھولے گن گنا رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے چبوترہ والا کچھ پڑھتا تو تمام یہودی اپنے مقام سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہاتھ باندھکر دونوں پہلوں پر جھوم جھوم کر کچھ پڑھتے جاتے ہیں۔ یہ عالم تھوڑی دیر برپا رہتا ہے۔ اسکے بعد پھر بیٹھ جاتے ہیں اور گن گنانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوا کہ چبوترہ والے کی آواز پر سب لوگ دایاں ہاتھ۔ آنکھوں پر رکھکر خشوع وخضوع کی شان سے کچھ پڑھتے تھے +

تھوڑی دیر سیر کرکے ہم واپس چلے آئے۔ ہم کو اندر جانے سے روکا نہیں گیا۔ آج کی شام سبت کی شام ہے۔ اس لئے خاص نماز ہوتی ہے سنا ہے کل سبت یعنی شنبہ کو بھی نماز ہوگی۔ نماز پڑھنے والے بہت کم تھے اور جو تھے عموماً پردیسی معلوم ہوتے تھے۔ اور ایسی شاندار صورتیں تھیں کہ خواہ مخواہ عالم تحیر کا شبہ ہوتا تھا۔ چغہ عبا اور دراز ریش سرخ سفید نورانی چہرے۔ فرق صرف اتنا کہ لبیں دراز تھیں۔ نماز میں دیکھا کہ لوگ قبلہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کرتے۔ جب کھڑے ہوتے ہیں۔ تو قبلہ کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔ ورنہ مختلف سمتوں کی طرف منہ کئے ہوئے بنچوں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ بچے بھی تھے۔ جوان لوگ بعض انگریزی لباس میں تھے۔ ٹوپی ترکی۔ ممکن ہے کہ ہم نے نماز کا پورا طریقہ نہ دیکھا ہو۔ اسلئے کہ بہت کم ٹھیرے +

یہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ افطاری اور کھانے سے فارغ ہو کر باتیں کرتے رہے۔ دس بجے واپس آئے۔

دفتر سے ہوکر مکان پر آئے۔ اور بات چیت کرکے جلدی سو گئے۔ نیند بفضلہ خوب صاف اور عمدہ آئی۔ الحمدللہ تعالےٰ +

۳- نومبر ۱۹۰۸ء شنبہ- بمبئی- سبز محل

الحمدللہ آج ہم بالکل تندرست ہیں۔ صبح قاضی کبیرالدین صاحب کے ملنے گئے۔ خانبہادر مولوی محمد غیاث الدین سجادہ نشین حضرت شاہ غریب اللہ صاحب چشتی نظامی اورنگ آبادی بھی موجود تھے۔ دو گھنٹہ بزرگوں کا تذکرہ رہا۔ ایک بجے واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ لکھا پڑھا ۳ بجے مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے انہوں نے کچھ کتابیں عنایت فرمائیں۔ وہ لے کر سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں کچھ دیر قیام کرکے دفتر سلطان الاخبار میں آئے۔ اور کپڑے لیکر مکان پر آئے۔ خوجہ ہاشم ماسٹر یوگا ملنے آئے۔ ہم نے رام ورکشن کے رسالے بطور تحفہ دئے۔ باتیں ہوئیں۔ غسل کیا۔ بعد مغرب سلیمان عبدالواحد لدہ سے ملنے گئے۔ ملے۔ اور بہت اخلاص سے پیش آئے آخری مصافحہ کرکے رخصت ہوئے۔ مولوی جواد حسین صاحب سے باتیں کرتے ہوئے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ وہاں سے مولانا کو رخصت کیا۔ اور ہم ہوٹل میں سید امیر شاہ اور جمشید صاحب مغل کے پاس بیٹھ گئے۔ عمر نپولین بھی تھے۔ بات چیت ہوئی۔ پھر ہم تینوں نے ملکر کھانا کھایا۔ اسکے بعد آغا حشر نے تماشہ دکھانے کا اصرار کیا اونکی خاطر سے آدھا سین دیکھ لیا۔ اور پندرہ منٹ میں واپس چلے آئے واپسی کے بعد فرخ صاحب کے پاس گئے۔ وہاں مولوی عبداللہ احمد صاحب ملے۔ کل شام کی دعوت دی۔ اگر ہم ہمیل میں روانہ نہ ہوگئے

توجائینگے۔ مکان پر آئے اور گھنٹہ بھر دلچسپ گفتگو رہی۔ مولوی سجاد حسین صاحب احمد آبادی سے نہایت مزیدار باتیں رہیں۔ آدمی ذی علم ہوشیار مگر ذرا بھولے بھالے اور بدگمان زیادہ ہیں۔ الغرض آج کا دن نہایت کامیاب عمدہ اور پرلطف بسر ہوا۔ صحت عمدہ ہے۔ نیند خوب آئی +

۴۔ نومبر ۱۹۰۷ء۔ بمبئی۔ یکشنبہ

آج تمام دن فراہمی اسباب میں کٹا۔ شام کو مولوی عبداللہ احمد صاحب کے ہاں دعوت تھی۔ کھانا کھاکر واپس آئے۔ تو سید امیر شاہ اور مسٹر جمشید کو موجود پایا۔ ملے۔ اور رخصت کیا۔ پھر ماسٹر ہاشم بوگا کے ہمراہ چند نامور معززخوجے ملنے آئے۔ آغاخان صاحب کی بات چیت ہوئی۔ انہوں نے ہم کو آغا صاحب کی تصویریں دیں۔ ان کے جانے کے بعد سامان درست کیا اور سو گئے۔ آج بھی بفضلہ صحت عمدہ ہے +

۵۔ نومبر ۱۹۰۷ء دوشنبہ۔ روانگی از بمبئی

صبح رضا شاہ سے مرخص ہو کر سید سجاد حسین صاحب اور پیری شاہ کے ہمراہ بوری بندر سٹیشن پر آئے۔ سات بجکر چالیس منٹ گاڑی روانہ ہوئی۔ خدا کے فضل سے جگہ عمدہ ملی۔ دہلی تک آرام سے آئے۔ دہلی کے قریب اپنے ہم سفر مسٹر انصار احمد خلف غفور احمد صاحب سابق مالک روزانہ اخبار دہلی سے ملاقات ہوئی۔ بی۔اے تک تعلیم ہے۔ سوا سات بجے دہلی پہنچے۔ سامان پارسل آفس میں رکھا۔ اور بازار کی سیر کو چلے گئے۔ وہاں وحید الرحمن عمر فانی اور شبیر صاحب مل گئے۔ ان کے ہمراہ مکان پر گئے۔ کھانا کھایا۔ اور سو گئے۔ رات بڑے مزے کی کٹی۔ الحمد للہ +

۶۔ نومبر ۱۹۰۸ء دوشنبہ خانقاہ مبارک حضرت محبوب الٰہی دہلی

صبح سات بجے کی گاڑی میں مکان پر آئے۔ سب کو خوش و خرم
پایا۔ غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ درگاہ شریف میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے
سرکار نامدار محبوب پروردگار کے مزار اطہر کے پہلو میں دیر تک بیٹھے رہے
سفر نے کتنے دن اس سیراب کن مقام سے جدا رکھا۔ آج وہ راحت و
تسکین میسر آئی جو جسم و روح کا سرمایہ حقیقی ہے، دعائیں مانگیں۔ سفر کے
دوستوں کو یاد کیا۔ اور صحبت خیر کو ختم کر کے گھر واپس آگئے۔ فقط

تمت

بالخیر

خدائی لشکر کا ایک رسالہ

اقلیم دل پر نفس و شیطان نے لام باندھا ہے۔ حرص و طمع کی پلٹنیں، غرور و تکبر کے رسالے حسد و عناد کے ہتیار سجائے۔ سائنس و فلسفہ کی رسد رسانی کے بھروسے پر ایمانی سرحد میں گھسے چلے آتے ہیں۔ اور نفوس مطمئنۃ اطمینان سے قصر روحانی کے دریچوں میں ذکر الٰہی کر رہے ہیں تو کیا یہ

دشمن فتحیاب ہونگے؟

نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جنود یزدانی حرکت میں آئے ہیں۔ قدوسی فوجیں ضرب نفی اثبات کے حربے اٹھائے نعرہ ھو لگاتی اُمڈی چلی آتی ہیں۔ اب توپیں گرجیں گی۔ گولے گولیاں برسیں گی۔ خون کی کیچڑ میں پاؤں پھسلینگے نفس و خودی کے تاجدار سپاہ الٰہی کی ٹھوکروں سے پامال ہونگے۔ اگر کوئی اس پیشین گوئی کا ظہور دیکھنا چاہے تو خدائی لشکر کے ہراول:۔

رسالہ نظام المشائخ دہلی

کو منگا کر دیکھئے۔ جو ہر قمری مہینے کی چھٹی تاریخ کو سیدی مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح کی سرپرستی و نگرانی اور ملا محمد الواحدی کی ایڈیٹری میں ۷۲ صفحوں پر دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ گویا ۷۲ صفیں لے کر ہر ماہ میں ایک بار الحاد و بے دینی کے کمپ پر چھاپا مارتا ہے یہ وہ رسالہ ہے جسکی یلغار دلی ہندوستان

میں دھوم ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو علوم روحانی کو انگریزی۔ سنسکرت اور عربی چھاونیوں سے بلا کر اپنے اردو کے خیمہ میں جمع کر رہا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس نے ہزاروں انگریزی تعلیم یافتوں کو جو مرکز تصوف سے ہٹ گئے تھے۔ پھر دائرہ وحدت پر سمیٹ لیا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس کی خصوصیات حد شمار سے باہر ہیں۔ اور جس نے دور جدید اور دور قدیم کے مضمون نگاروں کو ایک میدان میں طبع آزمائی کا موقع دیا ہے۔

صوفیانہ رزم بزم

کے جلوے دیکھنے ہوں۔ سینکڑوں برس گذشتہ کے نامور بزرگوں کی محفلوں کا مشاہدہ کرنا ہو۔ علوم جدیدہ کو علوم قدیمہ کے پاؤں پر گرتا دیکھنا ہو تو رسالہ **نظام المشائخ** طلب کیجئے۔ راحت دل۔ آبدیدہ۔ وقت خوش درکار ہو تو اس رسالہ کو پڑھیئے۔ جس میں تسکین۔ سوز۔ اور حیات جسمانی و روحانی کا عظیم الشان ذخیرہ مہیا کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب دوستانہ تحائف کے تبادلہ میں یہ رسالہ کام آتا ہے۔ بزرگ اپنے خردوں کو۔ پیر مریدوں کو۔ اسی کا انعام دیتے ہیں۔ مریدوں کی جانب سے بھی مرشدین کی خدمت میں یہی رسالہ نذر ہوتا ہے۔ شریف مستورات کے مطالعہ کے لئے بھی اسکی مانگ ہے۔ لہذا آپ کو بھی چاہیئے کہ خدائی لشکر کے اس رسالہ کا خیر مقدم کرکے غازیان دین کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوائیں +

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم خاص پانچرو پیہ۔ قسم اول ؎ ، قسم دوم ؎۔ ششماہی ؎ و ؎ علی الترتیب نمونہ ۴ر میں ملتا ہے +

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیں

سفرنامۂ مصر و شام و حجاز

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے سفر مصر شام و حجاز کا روزنامچہ کلاں بابت ۱۹۱۱ء

دوبارہ چھپ گیا ہی۔ یہ اردو زبان میں اپنی طرز اور اپنی شان کا سب سے پہلا اور سب سے آخری

سفرنامہ مشہور ہی جسمیں تمام مصر اور بیت المقدس علاقہ جات شام مدینہ منورہ کی نہایت

مفصل و موثر کیفیت مرقوم ہی اور ایسے دلچسپ مضامین ہیں جو کسی سفرنامہ میں نہیں پائے جاتے

باتصویر بھی ہی اور بے تصویر بھی۔ باتصویر میں اسلامی دنیا یعنی مصر شام و بیت المقدس کی

نہایت نفیس اصلی فوٹو کی تصاویر ہیں۔ پہلے اسکی قیمت، باتصویر کی تین روپیہ، اور

بلا تصویر کے عہ تھی۔ اب باوجود گرانی کاغذ اور قحط اسباب فوٹو کے محض فائدہ عام

کے خیال سے بحکم خواجہ صاحب قیمت میں بجائے اضافہ کے کمی کردی گئی ہی یعنی باتصویر

کی قیمت عا؎ اور بلا تصویر کی قیمت ۱؎ عہ ہے ✤

پتہ ✤ کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

کتب خانہ
جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]، مجلس انتظامی
مجالس تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیہ جات متعلقہ رجسٹرار و عہدہ داران جامعہ
اور اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے اور انٹرمیڈیٹ
طلبا میں رجسٹر شدہ دو کتابیں بی اے و تحقیقاتی جماعتوں سے

۳۔ طلبائے ایم اے، ایل ایل بی و [illegible] پاس رکھ سکیں گے۔
کے طلبہ تین کتابیں ایک ہفتہ تک اپنے پاس رکھیں تو طلبہ کو حساب
طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ تک رکھ سکیں گے مگر اس غرض کے

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو فی کتاب [illegible] لیا جائیگا۔
ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں گھر جاری کی جا سکیں گی مگر اس غرض سے
ہر کتب خانہ میں کتب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ذمہ داری
عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا حاشیہ نہ
لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط